ماہنامہ **نعت** لاہور

نعت کے سائے میں

جلد ۵ مارچ ۱۹۹۲ء شمارہ ۳

نعت کے سائے میں

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مینجر: اظہر محمود

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

خطاط: منظر رقم

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون ۴۶۳۶۸۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

بسم اللہ

جن کے دم سے سانسوں کی آمد و شد کا نظام قائم ہوا، اگر ہماری ہر سانس اس حقیقت کا اعلان نہ کرتی ہو تو کتنی بڑی احسان فراموشی ہے

ہماری زندگی جن کے نور کی مرہونِ منّت ہے، اگر ہم ان کے ناموس کی حفاظت میں جان قربان کرنے کا داعیہ نہ رکھتے ہو تو تف ہے ہمارے زندہ رہنے پر

ہم حیوانِ ناطق ہیں تو اس لیے کہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت اُن کی تعریف میں تر زبان ہونے سے دیں جن کی توصیف ان کا خالق کرتا ہے

ہم ہاتھ رکھتے ہیں تو اس سے نعت کیوں نہ لکھیں، ہم آنکھیں رکھتے ہیں تو ان میں گنبدِ اخضر کو دیکھنے کی تمناؤں کو پروان کیوں نہ چڑھائیں۔ اور جب یہ حسرتیں پوری ہوں تو آنکھیں بند رہیں یا کھلی ہوں، ان میں دیارِ طیبہ کے جلووں کا نقش کندہ کیوں نہ ہو جائے

ہمیں ذوقِ شعر و سخن ودیعت ہوا ہے تو سرکار (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی مدح و ثنا میں رطب اللسان کیوں نہ ہوں،

زبان ملی ہے تو آقا حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گُن کیوں نہ گائیں،

ذوقِ سماعت نصیب ہوا ہے تو اسے ان کی باتیں اور ان سے متعلق باتیں سُننے کے لیے مختص کیوں نہ کر دیا جائے،

اور پاؤں ہیں تو ان سے محبت کی راہ میں کیوں نہ چلیں، عقیدتوں کے سفر پر کیوں نہ گامزن ہوں، درودِ پاک کے سائے میں متحرک کیوں نہ دکھائی دیں، نعت کے جلو میں سفر کیوں نہ کریں

جس کام کی نیّت میں محبتِ سرورِ کائنات (علیہ السلام والصلوٰۃ) کی کارفرمائی ہے، وہ کام اچھا ہے، جس حرکت کے پس منظر میں مدحتِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کا جذبہ ہے، وہ حرکت مبارک ہے

عظمتِ حضور رسولِ کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) کا احساس مرحبا!

تحفظِ ناموسِ رسالت کا داعیہ سبحان اللہ!

عقیدت و ارادت حبّذا!

درودِ پاک زندہ باد!

نعت پائندہ باد!!

فہرست (نعتیں)

نعت کے سائے میں

نعت کے سائے میں میرا پہلا سفر دہلی کا تھا۔ میں دو بار اللہ کریم کے دربارِ گہربار اور محبوبِ خالق و خلائق صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضری کے شرف سے بھی بہرہ ور ہوا لیکن ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۱ء کے یہ دونوں سفر بھی عقیدتوں کے جلَو میں تھے 'نعت کے سائے میں نہیں تھے۔ مجھ سے دوست پوچھتے تھے کہ گنبدِ خضرا کے سائے میں جو نعت ہوئی' وہ سناؤ۔۔۔ اور' میں حیران ہوتا تھا کہ وہاں نعت کیسے ہو سکتی تھی۔ وہاں تو درود و سلام ہی سے فرصت نہ ملتی تھی۔

پہلی بار میں نے مدینۃ الرسول (صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم) کا قصد کیا اور دوست احباب اپنے اور میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بارگاہ میں میرے ذریعے سلام پہنچانے کی خواہش ظاہر کرنے لگے تو میں اس ذمّہ داری سے کتراتا تھا کہ بھائی' میری خواہش تو یہ ہے کہ وہاں جا کر میں اپنے آپ کو بھی بھول جاؤں۔۔۔ اور' آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی یاد رکھوں اور آپ کا سلام بھی پیش کروں۔ لیکن وہاں حاضری کے ساتھ معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو بھُول جانے کی خواہش تو درست تھی اور یہ کیفیت بھی وہاں ملتی ہے لیکن دعا کے وقت دوست احباب یاد بھی آتے ہیں اور ان کا سلام بھی پیش ہو جاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جن کا سلام قبول کرنا ہوتا ہے' اُن کی شکلیں تک پیغام لانے والے کو یاد دلا دی جاتی ہیں۔

ایوانِ نعت رجسٹرڈ کے فعّال کارکُن تسنیم الدین احمد نے مجھے درودِ مدینہ حضورِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربار میں پیش کرنے کے لئے کہا لیکن میں درودِ مدینہ ساتھ لے جانا ہی بھول گیا۔ مکّہ معظّمہ میں سب احبّا و اعزّہ یاد آئے' اُن کی طرف سے دعائیں بارگاہِ خالق و مالک حقیقی جلّ و علا میں پیش کی گئیں لیکن تسنیم الدین احمد یاد ہی نہیں آئے۔ شہرِ

سرکار (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) میں ۱۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو حاضری ہوئی تو سوائے تسنیم الدین احمد کے کوئی یاد ہی نہیں تھا۔ اصحابِ صُفّہ کے چبوترے کے ساتھ دو نفل اپنی طرف سے پڑھنے کے بعد دو نفل تسنیم الدین احمد کی طرف سے پڑھے اور گزارش کی کہ سرکار (صلی اللہ علیک وسلّم) میں بُھلکڑ ہوں، آپ کو علم ہی ہے۔ میں درودِ مدینہ لانا بھول گیا ہوں لیکن آپ سے کچھ چُھپا ہوا نہیں ہے۔ اسے شرفِ قبولیّت سے نوازیں تو میرا بھرم رہ جائے اور تسنیم الدین احمد کے حُسنِ عقیدت کی لاج بھی رہ جائے۔۔۔۔ ۱۵ نومبر کی صُبح وہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے، میرے بیٹے اظہر محمود سے کہا کہ رات اُنہیں درودِ مدینہ کی قبولیّت کی بشارت مل گئی ہے۔ سُبحان اللہ!

عقیدت کا میرا پہلا سفر اُس ہستی کی معیّت میں ہُوا تھا جسے محبّت کی نظر سے دیکھنے کو آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثناء) نے حج کرنے کے برابر فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ یُوں میں نے عُمرہ بھی کیا، زیارتِ مدینۂ منوّرہ کی سعادت بھی حاصل کی اور قدم قدم پر حج بھی کیا۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں عقیدت کا میرا دُوسرا سفر ماں کی معیّت میں نہیں ہوا کیونکہ وہ تو ۱۹ اگست ۱۹۹۰ء کو اپنے خالق و مالک کے پاس چلی گئیں لیکن اب کے بھی، پہلے سفر کی طرح نعت کے چند اشعار ہوئے اور بس۔ میں، حضور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اُس گھر میں بھی جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری کا زیادہ عرصہ گزارا، اور اُس مقام پر بھی جہاں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گزشتہ قریباً چودہ سو برس سے تشریف فرما ہیں۔۔۔۔ دوبارہ حاضر ہوا، تو اپنے آپ کو کھو کر بہت کچھ پایا۔ بہت کچھ کیا، وہیں سے تو سب کچھ ملتا ہے، مانگنے والا اور لینے والا چاہئے!

سفر تو مکّے مدینے کا بھی ہو، نیّت سمگلنگ کی ہو تو بے فائدہ ہے۔ کسی کی نظر سفر میں پیش آنے والی دِقتوں اور پریشانیوں پر رہتی ہے اور وہ واپس آ کر یہی ذکر کرتا رہتا ہے، کسی کی نگاہ، التفات و کرم کی مُلتجی ہوتی ہے اور وہ اس حوالے سے کچھ حاصل کرتا ہے تو اُسی کے گُن گاتا رہتا ہے۔ اصل میں اعمال کی اَساس نیتوں پر ہوتی ہے۔ گزشتہ برس جنوری سے مئی تک کے ماہنامہ "نعت" کے پانچ شماروں میں "شہیدانِ ناموسِ رسالت" کا تذکرہ ہوا۔ اسی دوران میں عِلم ہوا کہ غازی مُرید حسین شہید رَحمۃُ اللہُ تعالیٰ کا عُرس ہر سال ۱۸، ۱۹ رجب کو بھلّہ کریالہ (ضلع چکوال) میں ہوتا ہے۔ ماہنامہ "نعت" سے متعلق چند احباب ۔۔ نے طے کیا کہ آئندہ برس اِس عُرس میں شرکت کی سعادت حاصل کریں گے چنانچہ امسال ہم پندرہ دوستوں نے یہ سعادت حاصل کی۔ ہم درُود و سلام پڑھتے گئے اور اِسی کیفیتِ سرُور و کیف میں واپسی ہوئی۔

سفر اور نیّتِ سفر کے حوالے سے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ میں گزشتہ پچّیس تیس برس سے ہر سال گرمیوں میں کسی پہاڑی مقام پر چند دن کے لئے ضرور جاتا ہوں۔ درمیان میں صرف چار سال کا وقفہ ہوا کہ تین سال میرے ابّاجی راجا غلام محمّد (مصنف "امتیازِ حق"۔ صدر ادارہ ابطالِ باطل) صاحبِ فراش رہے اور پھر ۱۶ مئی ۱۹۸۸ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ چنانچہ میں اُس سال بھی کسی پہاڑی مقام پر نہیں گیا۔ ہر سال تفریح کے لئے کبھی مری، کبھی سوات، کبھی کاغان، کبھی آزاد کشمیر، کبھی ایبٹ آباد جانے والے اِس ہیچ مدان کو جب فیّاض حسین چشتی نظامی نے کہا: "جی چاہتا ہے، جھیل سیف الملوک پر جا کے درود شریف پڑھیں" تو کانپ اٹھا کہ یا اللہ ایسی کوئی مجھے یا میرے کسی دوست کو اس سے پہلے کیوں نہ سُوجھی۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ اپنے کسی صحابیؓ کے نئے گھر میں تشریف لے گئے تو اُن سے پوچھا کہ اُنہوں نے مکان میں روشن دان کیوں رکھا ہے۔ عرض کیا، روشنی اور ہوا کے لئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے افسوس کا اظہار فرمایا کہ اگر نیّت یہ ہوتی کہ یہاں سے اذان کی آواز آئے گی تو ساری عمر ثواب ملتا رہتا۔ روشنی اور ہوا تو یہاں سے آنا ہی تھی۔

میں نے بھی سوچا کہ اگر کسی پہاڑی مقام پر جاتے ہوئے یہ نیت ہوتی کہ وہاں جاتے ہوئے یا وہاں جا کر درودِ پاک پڑھیں گے تو کتنا اچھّا ہوتا۔ وہاں کی آب و ہوا، وہاں کی خنکی، وہاں کے مناظر سے تو آنکھوں کو اور روح و جاں کو مُستفید ہونا ہی تھا۔ چنانچہ ۱۹۹۰ء میں چند دوستوں نے جھیل سیف الملوک پر جا کر درودِ پاک پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تیّاریاں بھی مکمل ہو

گئیں، چھٹیاں بھی لے لی گئیں۔ طے پایا کہ حسن ابدال کیڈٹ کالج کے پروفیسر محمد سرور شفقت کے ہاں قیام کریں گے۔ وہاں سے ہری پور میں صاحبزادہ طیّب الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوں گے کہ وہ اس قافلۂ محبت کو ناشتا کرانے پر تُلے بیٹھے تھے۔ وہاں سے ان کے بزرگ خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی (رحمتہ اللہ علیہ) کے مزار پر حاضری ہو گی کہ انہوں نے عربی میں درودِ پاک کے تیس پارے تحریر کئے تھے (اور یہ تحفۂ گراں بہا صاحبزادہ طیّب الرحمٰن نے "نعت لائبریری" کے لئے عنایت فرمایا تھا) اس کے بعد ناراں اور جھیل سیف الملوک جائیں گے اور درودِ پاک پڑھنے کی سعادت حاصل کر کے لوٹ آئیں گے۔ لیکن خدا کو یوں منظور نہ تھا۔ فیاض حسین چشتی کی چھٹیاں منسوخ ہو گئیں، رفیق احمد خاں کی طبیعت خراب ہو گئیں، میری بیگم بیمار ہو گئیں اور یہ قافلۂ محبت کے اس سفر پر نہ جا سکا۔

اس بار عیدُالاضحیٰ سے دو تین ہفتے پہلے مجھے توفیق ملی اور میں نے پہلے اپنے دونوں بچوں (اظہر محمود اور اختر محمود) کے ساتھ یہ سعادت حاصل کی۔ پھر عید کے کوئی ڈیڑھ دو ہفتے بعد تمام اہلِ خانہ کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ ہم نے یہ سفر درودِ پاک کے سائے میں کیا۔ جاتے اور آتے ہوئے بھی اس وظیفۂ خداوندی میں مصرُوف رہے اور وہاں بھی اِسی کیفیت میں مگن رہے۔ اَلحمدُللہ۔۔۔۔ یوں،۔۔۔ کسی پہاڑی مقام پر جانے اور وہاں رہنے، وہاں سے واپس آنے کے عمل میں جو سُرور اِس بار حاصل ہوا، زندگی بھر اس سے شناسائی نہ ہوئی تھی اور زندگی بھر اس کا نشہ رہے گا۔

میں اس واقعے کو بیان کرنے سے جہاں تحدیثِ نعمت کے فرض کو پورا کرنا چاہتا ہوں، وہاں نیّت کی تبدیلی سے ایک ہی مقام، یا ایک ہی قسم کے مقام کے سفر میں فرق کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب مجھے علم ہوا کہ یکم سے ۹ فروری ۱۹۹۲ء تک نئی دہلی میں عالمی کتاب میلہ منعقد ہو رہا ہے، جی چاہا کہ کُتبِ نعت کی تلاش میں وہاں جاؤں اور کتاب میلے کے علاوہ دہلی کی کچھ لائبریریوں میں نعت کی کتابوں کا کھوج لگاؤں۔

میں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے دو بار گیا ہوں تو دفتر کے سربراہ (چیئرمین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ) کا جاری کردہ "این او سی" کافی سمجھا گیا۔ لیکن انڈیا جانے کی بات چلی تو معلُوم ہوا کہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کا این او سی درکار ہے۔ ہماری ڈائریکٹر تسنیم حبیب صاحبزادہ نے ہوم ڈیپارٹمنٹ سے بھی یہ دشوار مرحلہ آسان کرا دیا اور میں ۳۰ جنوری کو دس دن کے ویزے پر دہلی چلا گیا۔

مجھے کچھ دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ میں پی آئی اے کے بجائے ایئر انڈیا سے چلا جاؤں لیکن ایک بے تکلّف دوست نے اس مشورے کے بارے میں یہ رائے دی کہ جسے لاہور ہی سے "پینے" کا عمل شروع کر دینا ہو، وہ ایئر انڈیا سے سفر کرے۔ تم تو پانی اور چائے کے علاوہ پینے کی اچھی چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے، اس گمان کے بل بوتے پر کہ ایئر انڈیا کا کرایہ شاید پی آئی اے سے کم ہو، اُن کے جہاز پر مت جانا۔ میں نے دوست کے اِس مشورے پر عمل کیا اور پی آئی اے کی فلائٹ سے نئی دہلی پہنچ گیا۔

لاہور ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہُوا تو بارش ہو رہی تھی۔ دہلی ایئرپورٹ پر اترا تو بارش جاری تھی، لیکن بعد میں رک گئی۔ میں نے چاہا کہ جامع مسجد کے اِردگرد مسلمانوں کے علاقے میں رہائش کی کوئی صورت نکل آئے تو مناسب ہو لیکن سائیکل رکشا پر ہوٹل سلام، کریم ہوٹل اور ان کے آس پاس کے کئی ہوٹلوں سے معلوم کیا مگر کمرہ خالی نہ ہونے کا اعلان سننا پڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اگر مسلمانوں کے ہوٹل میں پاکستانی ٹھہریں تو ہوٹل والوں کو پولیس آئے دن پریشان کرتی رہتی ہے نیز مسلمانوں کے ہوٹلوں کو عام طور پر فارم سی بھی نہیں دیا جاتا جس پر اُنہیں کسی غیر ملکی کے ٹھہرنے کی اطلاع حُکّام کو دینا ہوتی ہے۔ بہرحال میں نے دریا گنج میں گولچہ سینما سے متّصل فائیو سٹار گیسٹ ہاؤس میں قیام کیا جس کی مالکہ تو مسلمان ہیں لیکن منیجر ہندو ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو منیجر سریندر کمار موجود تھے جنہیں عُرفِ عام میں سُور صاحب کہتے تھے۔ ویٹروں میں رفیق اور بیربل بھی تھے۔ بیربل کو دیکھ کر مجھے اکبر بادشاہ کم اور مُلّا دوپیازہ زیادہ یاد آتے رہے۔ لیکن میں بیربل تو بیربل، رفیق کی خدمات سے بھی استفادہ نہ کر سکا اور کھانے پینے کے لئے مدینہ ہوٹل اور الرشید ہوٹل کے آس پاس کے

ہوٹلوں اور چائے خانوں یا جامع مسجد سے متّصل مٹیا محل کے مسلمان ہوٹلوں میں جاتا رہا۔

سائیکل رکشا کا ذکر آیا تھا تو اسے دیکھ کر انسانیت کی تذلیل کا تصوّر ابھرتا ہے۔ دو سواریاں، بعض صُورتوں میں خاصی کیم شحیم اور توندیلی سواریاں، بعض صُورتوں میں اُن کے ساتھ ایک آدھ بچہ بھی، اور بعض صورتوں میں ان کا سامان بھی۔۔۔۔ پتلا سُوکھا مریل سا سائیکل سوار چند سکّوں کے لئے کھینچتا ہے اور شاہ عالمی لاہور کی طرح کے بھیڑ بھڑکّے میں سے بریکیں لگاتا، بچتا بچاتا جاتا ہے۔ میں نے کسی سائیکل رکشا کے "ڈرائیور" کو گدّی پر بیٹھا ہوا کبھی نہ دیکھا۔ وہ بچارے اگر گدّی پر بیٹھ جائیں تو مطلوبہ زور ہی نہیں لگا سکتے اس لئے ہر لحظہ پیڈلوں پر کھڑے رہتے ہیں۔ قد عام طور سے اُن کے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ گدی پر بیٹھنے کی صورت میں اُن کے پاؤں زمین کو نہیں چھُوتے۔ اس لئے وہ بریکیں لگا کر بھی پیڈلوں ہی پر کھڑے رہتے ہیں۔ جب چڑھائی آتی ہے تو فوراً سائیکل رکشا سے اترتے ہیں۔ بائیں ہاتھ سے ہینڈل پکڑ کر دائیں ہاتھ سے رکشا کو کھینچتے ہیں اور سواریاں پُورے آرام اور سکون سے اپنی سیٹوں پر براجمان دکھائی دیتی ہیں۔

شاہدرہ کے حاجی عالم دین، شیخ مبارک احمد تاجر کتب کے احمد علی شیخ، پروگریسو بکس کے چودھری غلام رسول اور کاروان ادب، ملتان کے عبدالرحمان کے ہمراہ ۴ فروری کو دہلی پہنچے اور فائیو سٹار گیسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں ٹھہرے۔ حاجی عالم دین ایک دن کہنے لگے کہ سائیکل رکشا انسانیت کی توہین و تذلیل کی صُورت ہے اور میرا تو جی نہیں چاہتا کہ اس پر سفر کروں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمیں یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ ہمارے اس اقدام سے سائیکل رکشا چلانے والوں کو کیا فائدہ ہو گا۔ ہمیں چاہئے کہ جہاں اِس سواری کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، وہاں اسے استعمال کر لیں لیکن ایک تو اسے معقول معاوضہ دیں، دوسرے جہاں چڑھائی آ جائے، وہاں سائیکل سوار پر بوجھ بننے کے بجائے تھوڑی دیر کے لئے سواری سے اُتر آئیں۔ اگر ہم اسے استعمال ہی نہیں کریں گے تو ہو سکتا ہے، اسے کوئی سواری ہی نہ ملے یا کوئی اچھی سواری نہ ملے، اسے نقصان ہو۔ فائدہ تو سرے سے ہو گا نہیں۔

دہلی کا میرا سفر محض نعت کے لئے تھا۔ نعت کے کچھ مجموعے مل جائیں، سیرتِ سرکار رسولِ کریم علیہ التحیتہ والتسلیم پر کچھ کتابیں حاصل کر سکوں، دہلی کی لائبریریوں سے کچھ نعتیں نقل کر سکوں، کچھ مجموعہ ہائے نعت کی فوٹوسٹیٹ نقول کرا لوں۔ دہلی میں اپنے قیام کے پہلے دن (۳۱ جنوری کو) میں نے اُردو بازار کی دکانوں کو جانچا پرکھا۔ معلوم ہوا کہ دینیات کی عام طور پر وہی کتابیں انڈیا میں چھپی ہیں، جو پاکستان کی مطبوعہ ہیں اور سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر کوئی ایسی قابلِ ذکر کتاب وہاں دستیاب نہیں جو لاہور میں نہ ملتی ہو یا "نعت لائبریری" میں یا میرے ذاتی ذخیرۂ کتب میں پہلے سے موجود نہ ہو۔

نعت کے عنوان سے وہاں ایسے چند کتابچے تو نظر آئے جو نعت خوانی اور میلاد کی محفلوں میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہیں اور پاکستان کی طرح عام طور پر معیاری نعتوں کے حامل نہیں ہوتے۔

مجموعہ ہائے نعت کے حوالے سے پاکستان کی طرح بھارت کا بھی مسئلہ یہ ہے کہ یہ مجموعہ ہائے نعت عام طور پر مشہور ناشرانِ کُتب نہیں چھاپتے اور دُور دراز کے شہروں قصبوں میں موجود چھوٹے موٹے ناشرین، یا شاعر خود، یا شاعر کے کوئی چاہنے والے ایسی کتاب چھاپ دیتے ہیں اور مرکزی مقامات سے اِن کتابوں کا ملنا ناممکن یا مشکل ہوتا ہے۔ پاکستان میں تو خیر بعض بہت اچھے ناشرین نے بھی (اکّا دکّا ہی سہی) نعت کے چند انتخاب یا مجموعے شائع کئے ہیں لیکن انڈیا میں صورتِ حال اِس سے مختلف نظر آئی۔ مدراس کی طرف کے ایک شاعر ہیں، علیم صبانویدی۔ ان کے نعت کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اُردو بازار دہلی (نزد جامع مسجد) کے اسلامیات وغیرہ کی کتابیں بیچنے والوں کے پاس علیم صبانویدی کی غزل کے مجموعے تو ملے لیکن ان کی نعت کا کوئی مجموعہ دستیاب نہیں ہوا۔ ان کا ایک مجموعہ نعت "آن" تو پہلے سے میرے پاس تھا، دُوسرے مجموعہ "نورُ السمٰوٰت" کی فوٹوسٹیٹ نقل میں نے جامعہ ملّیہ کی لائبریری سے حاصل کر لی۔ تیسری کتاب تک میرا ہاتھ نہیں پہنچا۔

"کتاب میلہ" کا افتتاح یکم فروری کو ہوا۔ دہلی میں پرگتی میدان میں ایک بہت خوبصورت

نمائش گاہ قائم کی گئی ہے جس میں ۱۵، ۱۶ بڑے بڑے ہال ہیں۔ ان کے درمیان خوبصورت قطعات ہیں، صاف ستھری سڑکیں ہیں، کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ ہال جدید طرزِ تعمیر کے اچھے نمونے ہیں۔ ان میں سے تین چار ہالوں میں کتاب میلہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ صرف ہال نمبر چھ میں دو سو سے زیادہ سٹال تھے۔ زیادہ تر کتابیں انگریزی، ہندی اور گورمکھی رسم الخط میں تھیں۔ اُردو کے چھ سات سٹال تھے۔ پاکستان کے کسی تاجرِ کتب نے سٹال کا اہتمام نہیں کیا تھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ دونوں حکومتوں کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ سیرت کی چند چھوٹی موٹی کتابوں کے علاوہ تاریخِ ادب و زبانِ اردو، شعرا کے تذکروں اور تاریخ کی کچھ کتابوں ہی پر گزارا کرنا پڑا، اور میں نے ترقی اُردو بیورو، انجمن ترقی اُردو ہند، مکتبۂ اسلامی، مکتبۂ جامعہ اور ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس کی چھپی ہوئی بعض کتابیں خرید لیں۔ پاکستان میں کتابیں مہنگی ہیں، وہاں سستی ہیں۔ کتابیں کیا، وہاں قریباً ہر چیز نسبتاً سستی ہے جب کہ اُن کا روپیہ بھی ہمارے مقابلے میں سستا ہو چکا ہے۔ مٹیا محل اور اردو بازار میں کئی دکانوں پر لکھا ہوا ملتا ہے، پاکستانی کرنسی تبدیل کرائیے۔ آپ پاکستان کے سو روپے کے عوض ہندوستان کے ۱۲۴ ہاتھوں ہاتھ لے سکتے ہیں۔ اُن دنوں امریکی ڈالر ۳۲ روپے ۴۰ پیسے (ہندوستانی) کا تھا۔

پرگتی میدان، نئی دہلی میں لگنے والے کتاب میلے کے پہلے دن مَیں وہاں شام تک رہا اور قریباً بھوکا ہی رہا۔ کچھ کھانے کے لئے گیا تو کہا گیا کہ پہلے ٹوکن حاصل کروں۔ سلیقے کی بات تھی لیکن میں نے کہا کہ میں نے تو عُمرے اور انڈیا کا ویزا بھی لائن میں لگ کر نہیں لیا تھا، کچھ کھانے کے لئے لائن میں لگنا کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ سے لائن میں لگے بغیر بسکٹ حاصل کئے اور کھا لئے۔ پھر بوتل پینا چاہی تو اس کے لئے بھی لائن میں لگنے کا عمل ضروری تھا اس لئے اس سے بھی احتراز ہی پر اکتفا کیا۔

یکم فروری کو جمعہ تھا۔ جُمعتہ المبارک کی نماز جامع مسجد میں ادا کی۔ مکتبۂ عزیزیہ کے عبدالحکیم مسلسل رہنمائی کرتے رہے، واسکٹ کے بٹن بند کر لیں ورنہ جیب کٹ جائے گی۔

جُوتے آنکھوں کے سامنے رکھیں۔ یہاں موزے اتار لیں، یہاں پہن لیں۔ آپ وضو کر لیں، میں جوتے دیکھتا ہوں۔ وغیرہ۔ نمازِ جُمعہ کے بعد بلند آواز سے لاؤڈ سپیکر پر کلمہ کا ورد بہت اچھا لگا۔ مانگنے والے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بہت ملتے ہیں۔ اور مانگنے والے کہاں نہیں ملتے۔ لیکن انڈیا میں غریبی کی صورت حال اور خاص طور پر مسلمانوں کا حالِ زار دیکھ کر جہاں دل کُڑھتا رہا، وہاں قائدِاعظم محمد علی جناح (علیہ الرحمہ) کا قد اتنا بڑا معلوم ہوتا تھا کہ بڑے بڑوں کی ٹوپیاں انہیں دیکھنے کی خواہش میں سروں سے گرتی دکھائی دیں۔

میری کتاب "اقبال"، قائدِاعظم" اور پاکستان" شائع ہوئی تو میں نے اُس کا ایک نُسخہ حکیم محمُود احمد برکاتی (مصنف "علاّمہ فضلِ حق خیر آبادی اور سن ستاون"" اور "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" وغیرہ) کو کراچی بھیجا۔ یہ امر اُن کے ذوق کے خلاف تھا کہ وہ رسید نہ دیں لیکن دو مہینے تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں حیران تھا، الٰہی معاملہ کیا ہے۔ پھر ان کا مکتوبِ گرامی آیا تو لکھا تھا کہ وہ انڈیا کے مختلف شہروں کے دَورے پر تھے۔ کل آئے ہیں، رات کتاب پڑھی ہے اور اب خط لکھ رہے ہیں۔ خط میں اُنہوں نے خاص طور پر یہ لکھا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر قائدِاعظم" کی عظمت کا احساس اور گہرا ہو گیا ہے کہ متّحدہ ہندوستان میں لازماً" ہم سب کا وُہی حال ہوتا جو وہاں رہنے والے مسلمانوں کا ہے۔

جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جیب تراشی کے ذکر میں، مجھے یاد پڑتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے ایک واقعہ لکھا تھا۔ انشا پردازی کا وہ کمال جو خواجہ حسن نظامی کو نصیب تھا، اس کا عُشرِ عشیر بھی کسی کو نصیب ہو جائے تو وہ بہت بڑا انشا پرداز بن جائے۔ تحریر کی وہ چاشنی تو خیر صرف اور صرف اُنہی کی تحریر سے مل سکتی ہے۔ واقعہ انہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ سیڑھیوں پر ایک انگریز کی جیب سے بٹوہ گر گیا اور وہاں سے کسی نے غائب کر لیا۔ ایک ڈیڑھ برس کے بعد پھر کہیں اس انگریز کو وہاں آنا پڑا تو ایک مسلمان بھک منگے نے اس سے استفسار کیا کہ کیا وہ ایک ڈیڑھ برس پہلے بھی یہاں آیا تھا اور اس کا کوئی بٹوہ گم ہوا تھا۔ یہ یقین کر کے کہ وہی انگریز ہے "اُس بھکاری نے بٹوہ اُسے دے دیا۔ انگریز نے پوچھا کہ کیا اِس عرصے میں اُس کی نیّت

خراب نہیں ہوئی۔ بھکاری نے کہا، نیّت تو اُس کی بٹوہ دیکھتے ہی خراب ہو گئی تھی اور اسی لئے اس نے غائب بھی کر دیا تھا ورنہ وہ اُسی وقت اسے دے دیتا۔ انگریز کی اِس حیرت کو دُور کرتے ہوئے کہ پھر اُس نے اِس طویل عرصے تک بٹوے کو سنبھال کر رکھنے اور اِس میں موجود رقم میں سے ایک پائی خرچ نہ کرنے کی تکلیف کیوں گوارا کی، اس بھکاری نے کہا دراصل مجھے شرم آ گئی تھی کہ اگر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ہمارے سرکار (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) سے شکایت کر دی کہ آپ کے اُمتی نے میرے اُمتی کا بٹوا اڑا لیا ہے تو ہمارے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم) کو میری اِس حرکت کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑ جائے گا اور یہ مجھے گوارا نہیں۔

لاہور میں عام طور پر مشہور ہے کہ جس کے پاس کھانے کو نہ ہو، وہ بھی لاہور میں بھُوکا نہیں سو سکتا۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے دربار پر چلا جائے تو اسے روٹی مل جاتی ہے۔ یہاں داتا صاحبؒ کے مزار کے آس پاس تو دیگیں چڑھتی اور آتی رہتی ہیں اور لوگوں کو اچھے سے اچھا کھانا ملتا رہتا ہے۔ مٹیا محل، دہلی کے مسلمان ہوٹلوں کے سامنے جو منظر دیکھنے میں آتا ہے، وہ بڑا تکلیف دِہ ہے۔ ہر ہوٹل کے سامنے سو پچاس آدمی اُکڑوں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی شریف آدمی ہوٹل والوں کو کچھ روپے دے دیتا ہے تو وہ اتنے روپوں کی روٹی اِن عُسرت زدوں میں سے جتنوں کو دے سکتے ہیں، دے دیتے ہیں۔ وہ غریب روٹی ہاتھوں میں لے کر کھا لیتے ہیں اور اپنی جگہ دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ اللہ کریم اُن کی مشکلات حل کرے اور اُنہیں عزّت و آبرو سے زندگی گزارنے کی توفیق بخشے، آمین!

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ بھارت میں اتوار کی چھُٹی ہوتی ہے لیکن یہ علم نہیں تھا کہ مختلف ادارے اور لائبریریاں ہفتہ اور اتوار دو دن بند رہتی ہیں۔ میں جمعرات کی رات کو دہلی پہنچا، جمعہ کو اُردو بازار میں پھرتا رہا، ہفتہ کو کتاب میلہ دیکھتا پھرا۔ اور اتوار کی صبح کو حضرت سلطان جی، نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ پر حاضری کی نیّت سے آٹو رکشا پر سوار ہوا۔ بھارت میں رکشا والے وہ سلوک نہیں کرتے جو ہمارے یہاں ہوتا ہے،

خصوصاً" لاہور میں۔ یہاں تو مُنہ مانگی مرادیں ملتی ہیں۔ وہاں میں دس دنوں میں جہاں بھی گیا، آٹو رکشا (یا ایک آدھ بار تھری ویلر) کے ذریعے گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کسی رکشے کا میٹر خراب نہیں، کوئی میٹر تیز نہیں چلتا اور ڈرائیور منہ مانگے دام نہیں لیتا۔ صرف یہ ہے کہ میٹر ریڈنگ پر ۲۵ فی صد زائد ادا کرنا ہوتے ہیں۔ یعنی میٹر نے آٹھ روپے بنائے، آپ دس دیں گے۔ یہ ۲۵ فی صد حکومت کا ٹیکس ہے شاید۔ اس حساب کتاب میں نہ پڑنے والوں کو البتّہ کچھ پیسے یا ایک آدھ روپیہ زیادہ دینا پڑتا ہے، اور بس۔ مثلاً میٹر نے تیرہ روپے ستّر پیسے بنائے۔ اب میں تو اِس حساب کتاب میں نہیں پڑ سکتا کہ اِس رقم کا چوتھائی کیا ہو گا۔ اس لئے جو ڈرائیور نے مانگا، اسے دے دیا۔

بستی نظام الدین پہنچا تو احتیاطاً" کندھے سے لٹکے ہوئے کیمرے کو کھول کر چیک کیا۔ احتیاطاً" یوں کہ جب جنوری میں ہم چند دوست حضرت غازی مرید حسین شہید رحمتہ اللہ علیہ کے عُرس میں شرکت کی غرض سے گئے تو عصر کے بعد وہاں پہنچے۔ شام کے بعد میں نے اس چارپائی کی تصویر لینا چاہی جس پر غازی شہید" کو تدفین کے لئے لایا گیا تھا، تو معلوم ہُوا کہ صاحبزادہ (اظہر محمود) نے کیمرے میں سَیل ہی نہیں ڈالے۔ بڑی مشکل سے اُس گاؤں کی ایک دکان سے سَیل حاصل کئے اور چند تصویریں لینے میں کامیابی ہوئی۔ اب حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ" کے مزارِ مقدّس کے قریب پہنچ کر کیمرہ دیکھا تو اس میں فلم ہی نہیں تھی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ فلم کہاں سے ملے گی، مجھے کچھ بتایا گیا جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دہلی میں لہجے کے فرق اور تلفّظ کے عُجب نے بعض صورتوں میں خاصی پریشانی کی صُورت پیدا کر دی۔ ایک صاحب سے میں نے کسی جگہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا، بسٹرا کے پاس۔ میں نے دوبارہ، سہ بارہ پوچھا اس نے یہی بتایا۔ میں نے ایک اور آدمی سے پوچھا۔ اس نے بھی بسٹرا کا قرب بتایا۔ میں نے وہاں جانے کے خیال ہی سے توبہ کر لی۔ پھر ایک دوست سے پوچھا کہ یہ بسٹرا کیا ہے تو اس نے بتایا، "بس اڈہ" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

ایک دن میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر سے ملنے اُن کی قیام گاہ پر گیا۔ بہت شفقت سے

ملے۔ میں نے "غیر مُسلموں کی نعت" کے موضوع پر شائع ہونے والے ماہنامہ "نعت" کے تین
شمارے پیش کئے تو مجھے اپنی نعتیں بھجوانے کا وعدہ کیا اور ایک نعت کے تین شعر لکھوائے۔
مجھ سے قیام کی مدت کے بارے میں پوچھا اور میں نے بتایا کہ میرا ویزا تو ۸ فروری تک ہے اور
۸ کو پی آئی اے کی کوئی فلائٹ نہیں۔ اب مجھے سات فروری کو واپس جانا ہو گا۔ کہنے لگے،
ایک دن کا ویزا بڑھوا لو۔ میں نے طریقہ پوچھا تو کہنے لگے، میرا ایک اچھا دوست وہاں تھا، بڑی
آسانی ہو جاتی تھی۔ اب وہ وہاں نہیں ہے۔ پی آئی اے والوں سے کہو، وہ یہ کام کروا دیں
گے۔ میں نے رکشا لیا اور کناٹ پیلیس پہنچ گیا۔ پی آئی اے کا رویّہ مسافروں کے ساتھ مکے
مدینے میں بھی شریفانہ نہیں ہوتا، دہلی میں کیا ہوتا۔ کاؤنٹر پر موجود خاتون نے رہنمائی کے
بجائے اِس رُوکھے پن سے بات کی جس کی سرحدیں بدتمیزی سے جا ملتی تھیں۔ تعجّب ہوتا ہے
کہ ایسے رُوکھے پھیکے لوگوں میں عبدالعزیز (سینئر پرسر) ایسے خوش اخلاق اور محبت کرنے
والے کیوں ہیں۔

مجھے مایُوسی سے پلٹتے دیکھ کر ایک صاحب میری طرف بڑھے۔ مجھ سے مسئلہ پوچھا اور
رہنمائی کی کہ مجھے دلّی ایڈمنسٹریشن جانا چاہئے، وہاں سے ویزے میں توسیع ہو سکے گی۔ نام پوچھا
تو سیّد نیاز احمد، استاذِ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی تھے۔ ان کا شکریہ ادا کیا، رکشا لیا اور اسے دلّی
ایڈمنسٹریشن چلنے کو کہا۔ احتیاطاً" پھر ایک بار بتا دیا کہ کہیں اور نہ لے جائے۔ اس بار احتیاطاً"
یوں کہ اس سے پہلے مجھے ایک تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ انجمن ترقیِ اردو ہند کا دفتر راؤز ایونیو میں
ہے۔ پہلی بار تو مجھے وہاں کتاب بھَون کے نصرت علی ناصری نے اپنی گاڑی میں بھجوا دیا تھا۔
دوسری بار وہاں کے لئے آٹو رکشا لیا تو اسے ہارڈنگ برج سے پہلے بائیں طرف والی سڑک پر
مُڑنا تھا لیکن رکشا والا پُل پر چڑھ گیا۔ میں سمجھا مجھے انجان سمجھ کر لمبے راستے سے لے جانا
چاہتا ہے تو کیا حرج ہے۔ پُل سے اتر کر وہ بائیں طرف مڑا تو میرے نزدیک وہ اُسی طرف جا رہا
تھا، جدھر مجھے جانا تھا لیکن کچھ دُور جا کر وہ دائیں طرف کی ایک سڑک پر مڑ گیا۔ میں نے اسے
کہا، بھائی، مجھے راؤز ایونیو جانا ہے۔ اس نے کہا، اُدھر ہی جا رہا ہوں۔ وہ چلتا رہا اور چلتا

رہا۔۔۔۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کہیں اور جا رہا ہے۔ میں نے پھر اُسے بتایا کہ مجھے کہاں
جانا ہے تو اس نے کہا، وہیں لے جا رہا ہوں۔ پھر وہ ایک پٹرول پمپ پر رکا۔ میں نے پٹرول
ڈالنے والے آدمی سے کہا کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے، اُس نے اُسی طرف اشارہ کیا، جدھر رکشا
والا مجھے لے جا رہا تھا۔ رکشا والا پھر چل پڑا اور آخر ایک ایسی سڑک پر جس کے آس پاس
مکانات دکانات بھی نہیں تھے، پہنچ کر کہنے لگا کہ یہ سارا نارتھ ایونیو ہے، اب کدھر چلوں۔
میں نے اسے کہا کہ مجھے راؤز ایونیو جانا تھا اور تم مجھے نارتھ ایونیو لے آئے ہو، واپس لے
چلو۔ یوں، میں ایک لمبے سفر کے بعد انجمن ترقیِ اُردو کے دفتر پہنچا۔

اِسی دودھ کے جلے ہوئے نے دلّی ایڈمنسٹریشن والی چھاچھ میں دو بار پھونک ماری، اور
رکشا والے نے کناٹ پیلیس سے مجھے ایک دفتر کے سامنے لے جا کر رکشا روک دیا اور دفتر
کی طرف اشارہ کیا۔ میں کرایہ دے کر دفتر میں داخل ہونے لگا تو چوکیدار نے ٹوکا، کیا کام ہے۔
میں نے بتایا کہ ویزے میں ایک دن کی توسیع مطلوب ہے۔ وہ کہنے لگا، یہ کام یہاں نہیں ہوتا۔
میں نے پوچھا، یہ دلّی ایڈمنسٹریشن کا دفتر نہیں۔ پتا چلا، دلّی کارپوریشن کا دفتر ہے۔ اس سے پتا
پوچھا، ایک اور رکشہ لیا اور جب تک دلّی ایڈمنسٹریشن کا بورڈ نہیں پڑھ لیا، رکشا سے نہیں
اُترا۔ بلڈنگ میں داخل ہوا تو باہر آتے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا، یہ دلّی ایڈمنسٹریشن کا دفتر
ہے؟ خیال تھا کہ یہ ہاں کہے گا تو اس سے ویزا آفس کے بارے میں پوچھوں گا۔ لیکن اس نے
سرے سے اسے یہ دفتر ہونے یا نہ ہونے کا اقرار ہی نہیں کیا۔ آگے گیا تو باہر دُھوپ میں ایک
بنچ پر ایک صاحب سوکھ رہے تھے۔ "السّلامُ علیکم" کہنا میرے لئے مشکل تھا کہ دہلی میں
مسلمان ہندو کی کوئی پہچان تو ہے نہیں۔ ہر آدمی پتلون پہنے پھرتا ہے۔ "نمستے" مَیں کہہ نہیں
سکتا تھا اور "آداب" کہنے کی عادت نہیں تھی۔ اس لئے ان صاحب کو "جنابِ عالی" کہہ کر
خطاب کیا اور ان سے ویزا آفس کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ شیام ناتھ مارگ
(مارگ سڑک کو کہتے ہیں) پر چلے جائیں، وہاں دفتر ہے۔ میں نے پوچھا، کیا یہ بھی دِلّی
ایڈمنسٹریشن کا دفتر نہیں اور باہر بورڈ کوئی پُرانا لگا ہوا ہے۔ کہا کہ نہیں، دفتر تو یہ ہے لیکن اس کا

ویزا آفس یہاں نہیں۔ چنانچہ میں پھر رکشا لے کر شیام ناتھ مارگ گیا اور وہاں اپنے کاغذات دیئے اور دوسرے دن آنے کا حکم سن کر واپس ہو لیا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ درگاہِ حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی (رحمہ اللہ تعالٰی) میں داخلے سے پہلے میں نے کیمرے میں فلم ڈلوانا چاہی اور اس جگہ کا نام پوچھا جہاں سے فلم مل سکتی تھی لیکن وہ نام میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک اور صاحب سے پوچھا، انہوں نے بھی وہی کچھ کہا اور ساتھ میں مشورہ دیا کہ سائیکل رکشا لے لوں۔ اب مجھے اُس جگہ کا نام سمجھ میں آئے اور میں اُسے ادا کر سکوں تو سائیکل رکشا لوں۔ چنانچہ میں اُس طرف کو چل پڑا، جدھر لوگ اشارہ کرتے تھے۔ بہت آگے جا کر دو تین دکانیں دکھائی دیں۔ ایک دُکاندار سے پوچھا تو اس نے دائیں طرف جانے کو کہا کہ آگے مندر میں ایک دکان ہے، وہاں سے فلم مل جائے گی۔ میں شلوار قمیص پہننے والا پاکستانی، مندر میں گھُسنے سے پہلے تاک جھانک رہا تھا کہ ایک نوجوان نے مجھ سے آ کر وجہ پوچھی۔ میں نے بتائی تو اس نے مندر کے دوسری طرف باہر سے جانے کو کہا۔ وہاں دکان سے فلم لی اور واپس درگاہ کی طرف آیا۔

پھُول وغیرہ لے کر درگاہ میں پہنچا تو مجاورانِ محترم نے گھیر لیا۔ میں عقیدت و محبت کے نغمے دل و دماغ میں اور ارادت کے پھُول ہاتھوں میں لے کر اندر جانا چاہتا تھا، اور کچھ لوگ مجھے گھیرے میں لے چکے تھے۔ ایک صاحب نے رجسٹر آگے بڑھا دیا، نام پتا لکھئے۔ میں نے لکھ دیا تو کہا کہ جتنے پیسے دینے ہیں، وہ بھی سامنے لکھ دیجئے۔ میں نے کچھ رقم لکھ دی اور وہ ادا کرنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کہا گیا کہ یہ تو آپ نے ایک مد میں رقم دینے کا اقرار کیا ہے، پانچ چھ مدّات اور بھی ہیں۔ بڑی مشکل سے اُن سے جان چھُوٹی۔ پہلے حضرت امیر خسروؒ کے مزار پر اور پھر حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے مزار پر حاضری ہوئی۔ دونوں جگہوں پر رکھے گئے صندوقوں میں زبردستی چندہ ڈلوایا گیا۔ پھر رجسٹر کھول کر اس میں ایسے تمام پتے پڑھ کر مجھے سُنانے کی کوشش شروع ہوئی، جو لاہور سے متعلق تھے یا ان کے نام کے ساتھ راجا لکھا تھا۔

خدا خدا کر کے ان سے پنڈ چھُوٹا اور باہر نکلا تو اتنا حواس باختہ تھا کہ بھاگم بھاگ بڑی

سڑک تک جا پہنچا۔ پھر خیال آیا کہ مجھے تو خواجہ حسن ثانی نظامی سے بھی ملنا تھا۔ واپس آیا، اُن کا گھر معلوم کیا۔ خواجہ حسن نظامی کے مزار کے ساتھ ہی ان کا دولت خانہ ہے۔

خواجہ حسن ثانی نظامی سے ملاقات ہوئی تو گویا طبیعت کو سکون نصیب ہوا۔ ان سے کئی علمی و ادبی اور تاریخی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ میں نے غازی عبدالرشید شہید (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزار کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ٹائمز آف انڈیا اور پائنیر وغیرہ اخبارات کے عقب میں واقع جدید قبرستان میں ان کا مزار ہے۔ خواجہ حسن ثانی نے فوائد الفواد (ملفوظاتِ محبوبِ الٰہیؒ) کا ترجمہ، خواجہ حسن نظامی پر ان کی مُرتبہ کتاب اور خواجہ حسن نظامی کی سی پارۂ دل، مجھے عنایت فرمائی، پُرتکلّف چائے پلائی، مزیدار کھانا کھلایا، ہوٹل کے بجائے اپنے ہاں ٹھہرنے کی پیش کش کی۔ غرض محبّتوں کے جلَو میں رُخصت فرمایا۔

۳ فروری کو پیر کا دن تھا۔ میں نے انجمن ترقی اردو کے سربراہ ڈاکٹر خلیق انجم کے حُسنِ خُلق کی صورت دیکھی، ایم حبیب خان (لائبریرین) کی رہنمائی میں لائبریری سے استفادہ کرتا رہا۔ پھر جامعہ مِلّیہ کی لائبریری میں گیا اور کئی بار گیا۔ انصاری صاحب (لائبریرین) نے جس اخلاص کے ساتھ میری رہنمائی کی، مجھے ضروری کتابوں اور ضروری صفحات کی فوٹوسٹیٹ کروا کے دی، جس طرح اپنے ساتھیوں سے میری معاونت کے لئے کہا، جس انداز میں مجھے لائبریری دکھائی، وہ میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا۔۔۔۔ میں نے مولوی حامد بخش حامدؔ بدایونی کا کلام حاصل کرنا چاہا، انہوں نے حامدؔ بدایونی کے پوتے عبداللہ ولی بخش قادری سے "کلامِ حامد" کی دو جلدیں دلوا دیں، ایک نعت لائبریری کے لئے، ایک میرے لئے۔ میں نے خضر برنی کی "شاہنامۂ رسالت" کی فوٹوسٹیٹ کروانا چاہی، انہوں نے خضر برنی کے صاحبزادے سے کتاب کا نسخہ منگوا دیا۔

ایک دن مکتبۂ جامعہ کے انچارج، شاہد علی خاں سے ملا، ان سے بھی محبّت کی باتیں ہوئیں۔ ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے عہد و پیمان بندھے، انہوں نے چند کتابیں بھی عطا فرمائیں۔ ہاں، یاد آیا کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے اپنی خودنوشت "یادوں کا جشن" عنایت

فرمائی اور میں نے وہیں دو راتوں میں بیشتر کتاب پڑھ ڈالی۔ اتنی دلچسپ خود نوشت میں نے اور کوئی نہیں دیکھی۔ کتاب بھَون کے نصرت ناصری مجھے ہمدرد لائبریری دکھانے کے لئے لے جانا چاہتے تھے لیکن میں تو جامعہ ہی کی لائبریری سے "عہدہ برآ" نہیں ہو سکا۔ اس لئے ان کے حُسنِ سلوک سے اِس حد تک استفادہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اور ان کے بھائی عشرت علی نے ہمیشہ محبّت کا برتاؤ کیا اور کئی دن کے اصرار سے میری اور "فائیو سٹار گیسٹ ہاؤس" کے دوسرے پاکستانیوں کی پُرتکلّف دعوت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں جتنا لذیذ کھانا ان کے ہاں کھایا، اتنا کہیں اور نصیب نہیں ہوا۔

۲ فروری کو بستی نظام الدینؒ سے واپسی پر میں نے چتلی قبر کے علاقے میں حضرت مظہرجان جاناں، حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ ابوالخیر ابو سعید (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مزارات پر بھی حاضری دی۔

مسجد ہی کے صحن میں واقع یہ تینوں ایک ہی احاطے میں ہیں۔ یہاں حضرت ابوالحسن زید فاروقی کی زیارت سے بھی مستفید ہوا۔ حضرت کو میں نے ماہنامہ "نعت" کے چند شمارے پیش کئے تو مسرّت کا اظہار فرمایا، مجھے حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ پر اپنی کتاب عنایت فرمائی، مجھے تصویر بنانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور محقق عصر حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۵۵۔ ریلوے روڈ لاہور) کا ذکر محبّت کے ساتھ فرماتے رہے۔

میں لائبریریوں میں کتبِ نعت کی کھوج میں مصروف ہوا، تو گویا اور کسی کام کا نہ رہا کہ یہی میرا مقصودِ سفر بھی تھا۔ جاوید طفیل ایڈیٹر نقوش نے کہا تھا کہ ان کی پھوپھی ممتاز مرزا سے ضرور ملوں، فون پر ان سے رابطہ کیا لیکن ملاقات کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی اور فہمیدہ بیگم ڈائریکٹر ترقیِ اُردو بیورو سے بھی نہ مل سکا۔ ڈاکٹر قمر رئیس سے بھی فون پر ہی ہیلو ہیلو ہوتی رہی۔ دو ایک اور احباب سے بھی ملاقات مطلوب تھی لیکن نہ ہوئی۔ حسن ثانی نظامی سے دوبارہ ملنے کی خواہش تھی لیکن یہ خواہش بھی پوری نہ ہوئی۔ ضیاء المصطفیٰ قصوری نے کہا تھا، یاسین اختر مصباحی سے ضرور ملنا لیکن وہ ملے نہیں۔ لال قلعے کو اندر سے

دیکھنے کو جی تو بہت چاہتا تھا لیکن اس کے گیٹ پر لہراتے ہوئے ترنگے نے حوصلہ نہ دیا۔

اِس خیال نے کہ اتوار کو لائبریاں بھی بند ہوتی ہیں، یہ پروگرام تشکیل دیا کہ دہلی میں اپنے قیام کے آخری دن (۹ فروری کو) غازی عبدالرشیدؒ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔

۷ فروری کو انجمن ترقیِ اردو کے دفتر سے اُترا تو دونوں ہاتھوں میں نعت کی کچھ کتابوں کی فوٹو سٹیٹ نقول پر مشتمل دو بڑے لفافے تھے۔ اس سے پہلے چار پانچ مرتبہ وہاں جا چکا تھا۔ وہاں سے واپسی پر کبھی رکشا حاصل کرنے میں دِقت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کہیں سے بھی رکشا ملے، کہیں بھی جانے سے انکار کبھی نہیں ہوا۔ لیکن اس دن دفتر سے اُترتے ہی سڑک کے دوسری طرف رکشا نظر آیا۔ میں لپکتا ہوا ادھر گیا، اسے گولچہ سینما جانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ میں حیران ہوا لیکن اِدھر اُدھر دیکھا تو دائیں طرف ذرا ہٹ کر ایک اور رکشا کھڑا دکھائی دیا۔ وہاں گیا تو وہاں سے بھی جواب مل گیا۔ تعجّب تو ہوا لیکن میں ایسی صورت حال کو ایڈونچر سمجھتا ہوں اور اس سے بھی حظ حاصل کر لیتا ہوں۔ میں نے سوچا کہ ادھر اور آگے چلتا ہوں۔ بستی نظام الدینؒ اور پرگتی میدان اور اَپّو گھر سے آنے والی بسیں اِدھر ہی سے آتی ہیں، اگر رکشا والوں نے آج میرے خلاف ایکا کر لیا ہے تو بس ہی سے چلا جاؤں گا۔ کچھ آگے چلا تو ایک رکشا سامنے سے آتا نظر آیا۔ اسے روکا لیکن اس نے بھی گولچہ سینما جانے سے معذوری ظاہر کر دی۔ آگے چوک تھا، لال بتّی کی وجہ سے ٹریفک رُکی ہوئی تھی۔ اس میں بھی ایک خالی رکشا والے سے پوچھا لیکن یہاں سے بھی ٹکا سا جواب پایا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر ماجرا کیا ہے۔۔۔۔ حیرت واستعجاب کا تو کیا پوچھنا، لیکن میں نے سوچا کہ اچھّا اب بس ہی کے ذریعے سفر سہی۔

چوک سے بائیں ہاتھ ہولیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اسی سڑک سے دریا گنج جایا جا سکتا ہے۔ کُھلی سڑک تھی، آنے جانے کے لئے الگ الگ۔ سڑک کے دونوں طرف جنگلا لگا ہوا تھا دُور تک۔ جنگلا ختم ہوا تو میں بس سٹاپ کی تلاش میں چلتا رہا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ سڑک کے پار

پائنیر کی بلڈنگ نظر آئی۔ اوہو، ۔۔۔۔ میں اب سمجھا۔ رکشا اس لئے نہیں مل رہا تھا کہ غازی عبدالرشید شہیدؒ کے دربار میں میری حاضری آج ہی ضروری تھی۔ ممکن ہے ۹ فروری کو مجھے وقت ہی نہ ملتا۔ (اور یہ بات بڑی حد تک درُست نکلی۔ آخری دن دو ایک ایسے ضروری کام یاد آئے جو پہلے ذہن میں نہیں تھے۔ پولیس آفس جا کر یہ اطلاع بھی دینا تھی کہ میں انڈیا چھوڑ رہا ہوں)۔ میں نے گولچہ کا خیال گول کر دیا۔ سڑک پار کی۔ قبرستان کے متعلق پوچھتا پاچھتا گیٹ پر پہنچا۔ قبرستان میں داخلے کا یہ راستہ ٹائمز آف انڈیا کی عمارت کے عقب میں واقع ہے۔ وہاں ایک چھوٹا سا کھوکھا تھا جس میں بچوں کے کھانے کی کچھ چیزیں بھی تھیں اور کچھ پھول بھی برائے فروخت موجود تھے۔ میں نے پھول لئے اور سڑک پر چند قدم چلنے کے بعد دائیں طرف اینٹوں سے بنی ہوئی ایک نسبتاً اونچی سڑک پر قریباً اتنا ہی چلا جتنا سڑک پر گیٹ سے اندر آیا تھا تو سیدھے ہاتھ پر ایک احاطہ سا نظر آیا جس میں داخلے کے راستے کے بالکل سامنے غازی کے نام کی تختی دکھائی دی۔

آنکھوں نے غازیؒ کی قبر کو دیکھنے سے پہلے وضو کرنا ضروری سمجھا بلکہ حُسنِ ارادت نے اظہار کے لئے پلکوں سے راستہ بنا لیا اور جتنی دیر میں وہاں رُکا، اس کیفیت نے میرا ساتھ نبھایا۔ غازیؒ کی عظمت کردار کے احساس کے ساتھ فاتحہ پڑھی۔ اپنا اور اپنے بچوں کا، اپنے احباب کا، غازی علم الدین شہیدؒ کا اور غازی مرید حسین شہیدؒ کا سلام عرض کیا۔ غازی کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے مجھے خود بُلا کر حاضری کی سعادت اور زیارت کی عزت بخشی۔ آخر میں دنیا کے تمام درُود خوانوں کی طرف سے سلام پیش کیا۔

جس شخص کی روح و جاں کو درُود پاک کی اہمیّت نے مُسْتنیر کر دیا ہو، اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے، اُسے اِس سے اچھا کام اور کوئی نہیں سُوجھتا۔ میں نے ستمبر ۱۹۸۹ء میں کہا تھا۔

گیا جو عُمرے کو مجھ سا عاصی، تو مکّہ میں بھی مدینہ میں بھی
ادا کرے گا یہی وظیفہ، صلوٰۃ کافی، سلام زیادہ

ترمذی شریف میں ہے، حضرت اُبیؓ ابن کعب نے بارگاہِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء میں عرض کیا کہ درودِ پاک کثرت سے پڑھتا ہوں، کتنا پڑھا کروں۔ فرمایا مَا شِئْتَ (جتنا چاہو)۔ عرض کیا، سارے وقت کا ایک چوتھائی پڑھا کروں۔ فرمایا۔ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ۔ تمہاری مرضی لیکن اگر اضافہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا، آدھا وقت؟ پھر وہی ارشاد ہوا۔ عرض کیا، دو تہائی وقت؟ پھر وہی فرمایا کہ جیسے تم چاہو لیکن اور زیادہ کر لو گے تو تمہارے لئے اور اچھا ہے۔ حضرت اُبیؓ نے عرض کیا کہ سرکار (صلی اللہ علیک وسلم) میں سارا وقت آپ پر درُود ہی نہ بھیجا کروں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ایسا کرو تو تمہارے دُلدّر دور ہو جائیں اور تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں۔

اکتوبر ۱۹۹۱ء میں دوسری بار زیارتِ حرمین شریفین کے لئے گیا تو دنیا بھر کے درُود پڑھنے والوں کی طرف سے کعبۃُ اللہ کا طواف کیا، اُن کی طرف سے وہاں بھی، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدمین شریفین میں بھی اور مسجدِ قُبا میں بھی نفل پڑھے۔ غازی مرید حسین شہیدؒ کے مزار پر بھلّہ کریالہ جانا ہوا تو وہاں بھی اور دہلی کے "جدید قبرستان" میں غازی عبدالرشیدؒ کے ہاں بھی دُنیا بھر کے درُود پڑھنے والوں کا سلام عرض کیا۔

غازی کے کتبۂ مزار پر یہ عبارت تحریر تھی۔

سیّد غازی عبدالرشید شہیدؒ

ہے شہیدِ وفا لقب جس کا جس کا شاہد ہے سارا ہندوستان
وہ فدائی رسولؐ اکرم کا حُبِّ احمدؐ میں جان کی قربان
درجہ انصار اور شہادت کا پایا از فضلِ ایزدِ منّان
چشمۂ فیض ہے مزارِ اُن کا واقف ان کے عمل سے ہیں گیہان
لوحِ مرقد پہ لکھ دو سائل تم
قبرِ عبدالرشیدِ پاک نشان

۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء۔ ۷۔ ۱۳۴۴ھ

احاطے سے باہر نکلا تو پھر رُک کر غازی کو سلیوٹ کیا۔ چلنے لگا تو قریب سے گزرتے

ہوئے ایک سفید پوش نے جو مجھے دیکھ کر رک گئے تھے، مجھے مخاطب کیا۔ ذرا بات سنئے۔ میں واپس مُڑا اور استفہامیہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔ فرمانے لگے، "آپ غازیؒ کے عزیز ہیں۔ میں نے بتایا کہ میں تو اُن کا عزیز نہیں، وہ مجھے بہت عزیز ہیں اور شاید یہی نسبت میرے کام آجائے۔ انہوں نے شُدّھی تحریک کے بانی شردھانند ایسے موذی کو مار کر جو کارنامہ انجام دیا، اس نے میرے لئے دہلی میں نعت پر کام کے ساتھ ساتھ یہاں حاضری فرض ٹھہرا دی تھی، خدا کا شکر ہے کہ انہیں سلام کر کے سرخرو ہوا ہوں اور پرسوں واپس پاکستان جا رہا ہوں۔ کہنے لگے، میں نے آپ کی شلوار قمیص ہی سے اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ پاکستان سے آئے ہیں۔ آپ کو روکا اس لئے ہے کہ غازیؒ کے عزیز پاکستان ہی میں ہیں۔

مجھے علم ہے کہ شہیدانِ ناموسِ رسالت پر "مستقلاً" کام کرنے والے رائے محمد کمال غازی عبدالرشیدؒ کے اعزہ کی تلاش میں ایک مدت سے ہیں اور کامیاب نہیں ہوئے۔ میں نے اُن بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ غازیؒ کے بھانجے ڈاکٹر احسن، عزیز آباد نمبر ۳، کراچی میں رہتے ہیں۔ ان کا پتا تو انہیں معلوم نہیں تھا۔ البتہ انہوں نے اپنے ایک عزیز، عرفان میاں کا پتا بتایا جو ویلکم کمپنی میں ملازم ہیں اور ان سے ڈاکٹر احسن کا پتا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بزرگ اختر عثمانی تھے جو مجھے عرفان میاں کا پتا بتا کے آگے چلے گئے، اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ غازی عبدالرشید شہیدؒ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں کہ اب معلوم ہوا، رکشا والوں نے تمہیں گولچہ کیوں نہیں پہنچایا، ہم نے تمہاری نیّت کو پذیرائی بخشی ہے۔ ۹۔ فروری کی تمہاری حاضری بھاگ دوڑ میں ہوتی اور پھر اختر عثمانی سے تمہاری ملاقات بھی تو کروانا تھی۔ اب جا کر رائے محمد کمال کو ڈاکٹر احسن کا پتا بتا دینا! شہید کو مُردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، تمہیں اگرچہ اس کا شعور نہ ہو۔۔۔۔ مجھے تو شہید نے اپنی زندگی کا ثبوت یوں دیا کہ گویا مجھے بھی زندگی بخش دی۔

لاہور واپس پہنچا ہوں تو کوئی میری ہاتھوں میں پانوں کی ٹوکری دیکھنا چاہتا ہے، کوئی سمجھا ہے کہ چند ساڑھیاں تو ضرور ہی لایا ہوں گا، لیکن جب میں بتاتا ہوں کہ میں تو قطب مینار بھی

نہیں دیکھ سکا تو احباب میری ذہنی صحت کے بارے میں مُشوّش نظر آتے ہیں۔

بھئی، میں تو نعت کے لئے وہاں گیا تھا، کوئی سولہ سو روپے کی فوٹوسٹیٹ کروا لایا ہوں، کچھ نعتیں نقل بھی کر لایا ہوں، کچھ کتابیں بھی ملی ہیں، اور میں نشے میں ہوں کہ چند ہزار روپے خرچ کر کے بہت بڑی دولت پا گیا ہوں۔ فانی مراد آبادی نے اپنی تالیف "ہندو شعرا کا نعتیہ کلام" میں لالہ لچھمی نرائن سخا کی پانچ نعتیں شامل کی تھیں۔ اب مجھے دہلی میں ان کی کتاب "معراجِ محبت" دیکھنے کو ملی جو ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی، اس کے حصۂ نعت میں پچاس نعتیں ہیں۔ میں اس حصے کی فوٹوسٹیٹ کروا لایا ہوں اور اِن شاء اللہ مستقبلِ قریب میں ایک شمارہ سخا کی نعت گوئی پر مرتّب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اُن کے چند اشعار دیکھئے۔

زمیں پر اُن کی آمد کی یہ جتنی دھوم ہے، کم ہے
فلک پہ غلغلہ ہے آج تک دم بھر کی آمد کا

فکرِ وصفِ مصطفیٰؐ میں ہیں مخل رُوحُ الامیںؑ
کہتے ہیں، کہہ دے سخا، رُوح الامینِ مصطفیٰؐ

اے سخا، جان گئے جاننے والے تجھ کو
نعت کہتا ہے، تُو فردوس کی تدبیر میں ہے

کچھ شک ہو اگر تم تو جبریلؑ کو لاؤں
گفتارِ خُدا مِلتی ہے گفتارِ نبیؐ سے

سخا بھی حاضرِ دربارِ احمدؐ ہو گیا آخر
کہاں جائے کوئی جب عاجز و ناچار ہو جائے

گِلہ تو ہے مگر کیونکر کروں خُدّامِ روضہ سے
نبیؐ کے دیکھنے والے مِری حسرت کو کیا دیکھیں

راجندر بہادر موجؔ فتح گڑھی کی دو نعتیں پہلے ملتی تھیں:

نرالی ہے دنیا میں شانِ محمدؐ
بیانِ خدا ہے بیانِ محمدؐ
خالق نے سنوارا ہے ہر کام محمدؐ کا
گرتوں کا سہارا ہے اک نام محمدؐ کا

لیکن میں نے ان کی کتاب "موجیں" مطبوعہ فتح گڑھ، یوپی (۱۹۸۴ء) سے ان دو نعتوں کے علاوہ گیارہ مزید نعتیں اور مثنوی کی صورت میں سیرتُ النبی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) کا ایک واقعہ "محمدؐ کا کردار" بھی حاصل کرلیا ہے۔

سادھو رام آرزو سہارنپوری کی سوانح "حرفِ آرزو" مرتّبہ ڈی اے ہیریسن قربانؔ سے حاصل کردہ چند اشعار دیکھیے:

اُسی کے دم سے ہوئی بزمِ قُدس کی تخلیق
اُسی کی ذات سے قائم حقیقتوں کا وجود

وہ جس کے آتے ہی مٹے باطل پرستی کے نشاں
وہ جس کے آتے ہی ہُوئے جلوے حقیقت کے عیاں

جن و اِنس و ملائک کا تو آخر پوچھنا کیا ہے
ہوائیں بھی ادب کے ساتھ چلتی ہیں مدینے میں

ترے محبوبؐ کی مدح و ثنا مقصُود ہے مجھ کو
دُھلا دے آبِ کوثر سے کوئی یارب، زباں میری

اے اہلِ حقیقت مجھے آنکھوں پہ بٹھاؤ
آیا ہوں میں طے کر کے بیابانِ مدینہ

میں دہلی سے ہیرانند سوزؔ کی "سورج میرے تعاقب میں" اور ڈاکٹر انجنا سندھیر (دخترِ رام پرشاد سندھیر) کی "موجِ سحر" لایا ہوں۔ یہ غزلوں کے مجموعے ہیں لیکن آغاز حمد اور نعت سے کیا گیا ہے۔ دینا ناتھ مستؔ کشمیری کی "فردوسِ خیال" مطبوعہ ۱۹۷۷ء میں "ماہِ عرب" کے عنوان سے ۹ بندوں کا ایک مسدّس نعتیہ ہے جس میں سے چند بند الگ شائع کیے جارہے ہیں۔ پنڈت جگن ناتھ آزادؔ اُن دنوں دہلی میں نہیں تھے، جمّوں میں تھے، ورنہ ان سے ملاقات سے مَیں مزید محظوظ ہوتا۔

ماہنامہ "ذوقِ نظر" حیدر آباد کا "شافعِ محشر (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) نمبر" مجھے ملا ہے جس میں شامل چند نعتوں کے منتخب اشعار ملاحظہ فرمایئے:

آئینۂ حق صورتِ سلطانِ مدینہؐ
قرآنِ مبیں سیرتِ سلطانِ مدینہؐ
(فصاحت جنگ جلیلؔ)

یہ وقتِ صلِّ علیٰ ہے نکیرو، ہوش کرو
سرِ حضورؐ تم آئے ہو امتحاں کے لیے
(سیّد وحیدؔ اشرف)

ہر عرضِ التجا پہ خدا سے ملا جواب
پہلے کرو تم عرض رسالتمآبؐ سے
(محمود حسین ادیبؔ)

رہی معراج میں دروازے کی زنجیر ایسی
جیسے بے چین کوئی رفتہ کی آمد کے لیے
(صفیؔ اورنگ آبادی)

عیاں عشقِ محمدؐ ہے بشکلِ اشک آنکھوں سے
مرے جذباتِ الفت نے نیا راستہ نکالا ہے
(اسدؔ انصاری)

اپنی قسمت کی بلندی پہ نہ کیوں نازاں ہوں ہم
لامکاں تک جو گیا، اس کے مکاں تک آئے ہیں
(سعیدؔ شہیدی)

حیات، علم، سماعت، بصارت و ادراک
خدا نے بخشے ہیں یہ سب نبیؐ کے صدقے میں (بشیر وارثی)

کاتبِ اعمال نے پا کر اشارہ آپؐ کا
طاقِ نسیاں پر مرے عصیاں کا دفتر رکھ دیا (میر عثمان علی خاں والیٔ دکن)

ورق گردانی کے دوران میں مجھے ایک کتاب میں ایک ایمان افروز واقعہ ملا۔ رئیس الدین فریدی امروہوی لکھتے ہیں۔ "یہاں ایک غیر معمولی واقعہ بیان کردینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ۶ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۲۷ء کو مغرب کے وقت اور مغرب کی سمت آسمان پر تیز روشنی ہوئی جیسی ستارہ ٹوٹنے سے ہوتی ہے اور اس کے فوراً بعد آسمان پر خطِ نورانی سے لفظ "محمدؐ" تحریر ہوگیا۔ جس کی شکل ابتدا میں "محمدؐ" جیسی تھی اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی کم ہوتی چلی گئی اور صُورت بھی بدل گئی اور کوئی آدھ گھنٹے کے اندر وہ محو ہوگیا۔ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے مَیں تو اس منظر کو نہ دیکھ سکا مگر دوسرے لوگوں نے بتایا کہ اس تحریر کا خط تین چار انچ موٹا تھا اور لمبائی کوئی چار پانچ فٹ تھی۔ یہ منظر دُور دُور تک دیکھا گیا۔ چھاؤنی میں انگریزوں نے اس کے فوٹو بھی لیے اور بمبئی کے انگریزی ہفتے وار "السٹر۔ٹڈ ویکلی" میں شائع بھی ہوئے۔ اس واقعے نے جبلپور میں نعتیہ مشاعروں کا طوفان برپا کردیا۔ جگہ جگہ مشاعرے ہوئے اور خوب خوب شعر نکالے گئے۔ ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

خُدا کا شکر ہے، ہم کو نہیں اب خوفِ تاریکی
نمایاں آسماں پر ہو گیا جلوہ محمدؐ کا

(سبزہ و گل۔ پرنٹ ویل آفسیٹ، کلکتہ۔ ۱۹۸۲ء۔ ص ۵۴، ۵۵)

میں نے نعت کے سائے میں دہلی کا جو حالیہ سفر کیا، اس میں بھی اور اس کے نتیجے میں اب پاکستان واپس آکر بھی مجھے جو سرُور و کیف نصیب ہو رہا ہے، اس کا کچھ حصہ مَیں محترم قارئینِ نعت تک پہنچانے کے لیے کچھ منتخب اشعار نقل کرتا ہوں:

میں ہندو ہوں مگر ایمان ہے میرا محمدؐ پر
کوئی انداز تو دیکھے مری کافر ادائی کا (چندر پرکاش جوہر بجنوری)

محمدؐ کے سوا ذاتِ احد سے کون ملحق ہے
وہی حق دار ہے اس کا، اسی کا واقعی حق ہے
یہ دعویٰ اپنا برحق ہے، تعجب اس میں ناحق ہے
"خدا کا نام حق ہے، مصطفیٰؐ کا نام بھی حق ہے
نہاں سرِّ حقیقت ہے مجازِ ذاتِ اطہر میں"
(کلام محسن کاکوروی پر احسن مارہروی کی تضمین)

کُن سے بھی پہلے مکینِ لامکاں تُو ہی تو تھا
کچھ نہیں تھا، اک نشانِ بے نشاں تُو ہی تو تھا (محمد ممتاز علی آہ)

جو بھی ہے وہ مصطفیٰؐ کے آئنہ داروں میں ہے
حُسن اُنہی کا مہر میں، مہتاب میں، تاروں میں ہے (کشفی لکھنوی)

عرشِ اعظم کو ہلا دیتے ہیں عُشّاقِ رسولؐ
"یا محمدؐ" جو دمِ نعرہ زنی کہتے ہیں (جلیل مانکپوری)

ساتھ ہی سر کے جُھکا دے دل بھی اپنا اے وفاؔ
یہ مدینہ ہے محمدؐ کا کہ دربارِ خدا (شنکر لال وفا)

یہ اپنی اپنی رسائیاں ہیں، یہ اپنا اپنا نصیب انجمؔ
خود اپنے جیسا بشر کسی نے، کسی نے سرتاپا نور جانا (انجم عرفانی)

کسی نے بھی نہ دیکھا، تم گئے عرشِ معلیٰ پر
ہوئی معراج کیا صلِّ علیٰ پوشیدہ پوشیدہ (سید احمد حسین شفیق)

افسر اللہ نے بخشی تھی اگر طبعِ سلیم
عمر کو نعتِ محمدؐ میں گزارا ہوتا (افسر صدیقی امروہوی)

وہ ضبطِ یارِ غار، وہ کربِ گزندِ مار
کیا احترامِ خوابِ رسالت مآبؐ تھا (غوث محمد غوثی)

اظہارِ مُدّعا بھی توہین ہے کرم کی
جو کچھ میں چاہتا ہوں، اس کی انہیں خبر ہے (قمر مراد آبادی)

جسمِ خاکی میں سما سکتے ہیں انوارِ خدا
تجھ کو دیکھا تو یہ قدرت کا تماشا دیکھا (سید عاشور کاظمی)

محبّت سرورِ کونینؐ کی ہے دامنِ دل میں
وہ ناداں ہیں جو مجھ کو بے سروساماں سمجھتے ہیں (اختر واجدی)

جن کو سجایا جائے دُرُود و سلام سے
اے مومنو! دعائیں وہی مُستجاب ہیں (ذوق کیفی)

شبِ معراج کا طولِ سفر اور آنِ واحد میں
یہ نکتہ حل ہوا سَو سَو طرح معجز بیانوں سے
نگاہیں جس طرح شیشے کے پردوں سے گزر جائیں
یونہی وہ نُور گزُرا دم کے دم میں آسمانوں سے (نشتر سندیلوی)

میں وطن میں ہوں، دل مدینے میں
کتنی دُوری ہے، کتنی قربت ہے (بشیر الہ آبادی)

بدرِ کامل جو ہُوا کرتا ہے گھٹ گھٹ کے ہِلال
یہ بھی ہے عاشقِ ابروئے رسولِ عربی (جوش سہرامی)

دل میں مرے مکیں ہو، آنکھوں سے گو نہاں ہو
گویا ضمیرِ حاضر صیغے میں مُستتر ہے (حفیظ الرحمان واصف)

فرشتوں سے بھی بازی لے گیا وہ خاک کا پُتلا
جسے قسمت سے حاصل ہو گئی قربت محمدؐ کی (صوفی بانکوٹی)

گناہ گار ہوں لیکن ہوں ان کی امّت میں
عمل خراب ہیں، قسمت مری خراب نہیں (رونق بدایونی)

اُڑا کے نامۂ اعمال کے ورق برِ حشر
کمال وادیٔ محبوبؐ کی ہَوا نے کیا (نازش بدایونی)

زنجیرِ درِ پاک کی جُنبش ہے اشارہ
لمحات کی تحویل میں صدیوں کا سفر ہے (حنیف کیفی)

آمنہؓ زندۂ جاوید رہیں گی بے شک
آپ کی گود میں مولائے مدینہ آیا (عزیز وارثی)

کون و مکاں کی اتنی ہی کُل کائنات ہے
نورِ نبیؐ نہ ہو تو نہ دن ہے، نہ رات ہے (خواجہ شوق)

سرِ میدانِ محشر یہ کہے گی رحمتِ باری
اِدھر آئیں جو ہیں سُوئے پیمبرؐ دیکھنے والے (دلیر عثمانی)

حق تو یہ ہے کہ دو عالم میں غنی کر دے وہ بھیک
دستِ احمدؐ سے جو کشکولِ گدا تک پہنچے (زار عظیم آبادی)

جب تلک آئے نہ ہو کر عرش سے واپس حضورؐ
وقت کا دھارا جہاں پر تھا، وہیں ٹھہرا رہا (سید اطہر حسین)

خدایا، نعت کے سلسلے میں مجھے اتنا امیر کر دے کہ دنیا کی ہر دولت میرے لیے حقیر ہو جائے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

ازل ہی سے محمدؐ کی ثنا خواں ہے زباں میری
بیاضِ صبحِ ہستی پر لکھی ہے داستاں میری

ترے محبوبؐ کی مدح و ثنا مقصود ہے مجھ کو
دُھلا دے آبِ کوثر سے کوئی یارب، زباں میری

غلامِ حضرتِ خیرُ الوریٰؐ ہوں، کیا نہیں میرا
بساطِ لامکاں. میری، فضائے کُن فکاں میری

کوئی آساں نہیں عشقِ محمدؐ میں قدم رکھنا
ہزاروں بار میرے جسم سے نکلی ہے جاں میری

مدینے کی ہر اک شے کو نظر سے سجدے کرتا ہوں
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ منزل ہے یہاں میری

مرے ہر لفظ سے ٹپکے گی بُو عشقِ محمدؐ کی
فرشتے حشر میں دُہرائیں گے جب داستاں میری

مرے اشعار میں اے آرزوؔ رنگِ عقیدت ہے
بہت کچھ حضرتِ حسانؓ سے ملتی ہے زباں میری

سادھو رام آرزوؔ سہارنپوری

قربان، ڈی اے ہیریسن (مرتب)۔ حرفِ آرزوؔ (سادھو رام آرزوؔ سہارنپوری کی سوانح حیات اور تذکرۂ کلام) مطبوعہ سہارنپور۔ ۱۹۸۵۔ ص ۹۴

ماہِ عربؐ

پردۂ ظُلمت سے چمکا ناگہاں اک ماہتاب
معرفت کے نُور سے دل جس کا رشکِ آفتاب
فضلِ یزداں سے عرب میں آ گیا اک انقلاب
لائے پیغامِ بقا پیغمبرِ عرفاں اَساس
رہبرِ کامل رہِ حق کے، رسولِ حق شناس

ہو گئے دل پاک جوشِ بارشِ الہام سے
وحدتِ ملت بڑھی توحید کے پیغام سے
آشنا ہونے لگی خلقت خُدا کے نام سے
ہوتے ہوتے دل منوّر خلق کے ہوتے گئے
ریگزاروں میں عرب کے، تخمِ حق بوتے گئے

دل جو تھے بیگانۂ عشق و محبت آج تک
تھیں جو نظریں ناشناسِ نُورِ وحدت آج تک
سرد جن لوگوں کا تھا جذبِ اخوّت آج تک
اب انہیں احساسِ شانِ ظلِّ قُدرت ہو چلا
قلب ہر اک واقفِ رمزِ طریقت ہو چلا

جاگ اُٹھے دل، ضمیروں کو ملی رخشندگی
مُردنی مٹنے لگی، اب زندگی تھی زندگی
نور سے سینے منوّر، ذہن میں تابندگی
اب عرب کے دشت و صحرا گلشنِ فردوس تھے
جلوۂ توحید سے پُرنور کالے کوس تھے

روشنی ماہِ عربؐ کی دُور تک جانے لگی
رفتہ رفتہ ایک دنیا ضیا پانے لگی
مسلکِ اسلام پر خلقت یقیں لانے لگی
امتیازِ حقّ و باطل کا ہُوا پیدا شعور
تیرگی دل کی مٹی، باطن میں چمکی شمعِ نور

گامزن مومن تھے پیغامِ رسولؐ اللہ تک
جاں فدا کرنے لگے نامِ رسولؐ اللہ تک
معتقد تھے لوگ اسلامِ رسولؐ اللہ تک
دارِ کہنہ جگمگا اٹھی نئی تنویر سے
بزمِ عالم گونج اٹھی نعرۂ تکبیر سے

دیناناتھ مستؔ کشمیری

دیناناتھ مستؔ کشمیری، فردوسِ خیال۔ مطبوعہ نئی دہلی۔ پہلی بار جون ۱۹۷۷ء۔ ص ۲۱۱۔۲۱۵
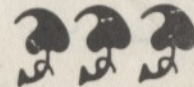
عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارہ تو نہیں
صرف مُسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

خود بخود ان کے تصوّر سے سنور جاتا ہے
ہم نے خود اپنے مقدّر کو سنوارا تو نہیں

محتسب حشر میں مانگے ترے بندوں سے حساب
تجھ کو محبوبِ خدا، یہ بھی گوارا تو نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

۴ فروری ۱۹۹۲ء کو دہلی میں ملاقات پر کنور صاحب نے ایڈیٹر نعت کو یہ اشعار لکھوائے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب بھی کہیں پہ مدحتِ شانِ خدا ہوئی
ذکرِ رسولِؐ پاک سے ہی ابتدا ہوئی

وہ پا گیا نجات گناہوں کے بوجھ سے
محشر میں جس کو اُن کی شفاعت عطا ہوئی

نُورِ خدا تھا رخ پہ رسالت مآبؐ کے
پروانہ وار آپؐ پہ دنیا فدا ہوئی

ہر اُمتی پہ رنج و مصائب کی دُھوپ میں
سایہ فگن اُنہی کے کرم کی رِدا ہوئی

اکسیر ہوگی میری بصارت کے واسطے
مجھ کو نصیب ان کی اگر خاکِ پا ہوئی

اے شاہِ مرسلیںؐ! کتابِ مبین بھی
فطرت ترے غلام کی حق آشنا ہوئی

اُترے ہیں جب بھی ذہن میں اشعار نعت کے
اے سوزؔ، اُن سے میری عقیدت سوا ہوئی

ہیرانند سوزؔ

ہیرانند سوزؔ۔ سورج میرے تعاقب میں۔ موڈرن پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی۔ پہلی بار دسمبر ۱۹۹۰۔ ص ۱۷

میں بھی آنکھوں سے کبھی گنبدِ خضرا دیکھوں
آرزو ہے، شہرِ بطحا کا میں روضہ دیکھوں

پہلے مکّے میں رہوں، پھر میں مدینے میں رہوں
کعبے کو دیکھ کے میں کعبے کا کعبہ دیکھوں

مجھ کو بھی اپنی غلامی کا شرف دو آقا!
خاکساروں میں مرا نام بھی لکھا دیکھوں

سر بسجدہ جہاں رہتے ہیں فرشتے ہر دم
میں بھی سرکارِ دو عالمؐ کا وہ روضہ دیکھوں

مجھ پہ بھی شاہِ دو عالمؐ کی نظر ہو جائے
اوج پر اپنے مقدّر کا ستارہ دیکھوں

ڈاکٹر انجنا سندھیر

ڈاکٹر انجنا سندھیر۔ موجِ سحر۔ تخلیق کار پبلشرز، دہلی ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۱

صلی اللہ علیہ وسلم

رہا کرتا ہے اس میں جلوۂ یکتا محمدؐ کا
مرا دل ہے ازل سے آئنہ خانہ محمدؐ کا

گلہ غم کا نہیں، غم دینے والے، یہ شکایت ہے
جو تجھ کو غم ہی دینا تھا تو غم دیتا محمدؐ کا

وہاں کی خاک کا ایک ایک ذرّہ جگمگاتا ہے
عرب کی وادیوں میں نور جب پھیلا محمدؐ کا

اگر تجھ کو محبت ہے، جو تیرا عشق صادق ہے
تو آنکھیں بند کر کے کھینچ لے نقشہ محمدؐ کا

بہ فیضِ عشق ہر صورت میں اس کو دیکھتا ہوں میں
ہر اک صورت میں ہوتا ہے مجھے دھوکا محمدؐ کا

بلا لیں گے کبھی سرکارِ والاؐ باغ مجھ کو بھی
مری آنکھیں بھی دیکھیں گی کبھی روضہ محمدؐ کا

بال کشن داس گرگ باغ

مقبول عرشی۔ شعرائے برج پریش (تاریخ تحقیق و تذکرہ)۔ سرکار بک ڈپو، آگرہ۔ پہلی بار ۱۹۹۱ء۔ ص ۷۰

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمنّا ہے کہ مل جائے سہارا مصطفائیؐ کا
وسیلہ چاہتا ہوں باغِ جنت کی رسائی کا

حیات اس کی، ممات اس کی، یہ ساری کائنات اس کی
شرف ہو جائے حاصل جس کو طیبہ کی رسائی کا

اِدھر آئیں، کہاں ہیں حُسنِ طیبہ دیکھنے والے
مِری آنکھوں سے دیکھیں جلوہ شانِ مصطفائیؐ کا

میں ہندو ہوں مگر ایمان ہے میرا محمدؐ پر
کوئی اندازہ تو دیکھے مِری کافر ادائی کا

ڈبوئے گی بھلا کیا موجِ طوفاں اس سفینے کو
سہارا مل گیا جس کو نبیؐ کی ناخدائی کا

اسیرِ کوچۂ سرورؐ اگر اک بار ہو جاؤں
نہ لُوں پھر زندگی بھر نام طیبہ سے رہائی کا

زہے قسمت، ملی ہے خاکِ پائے مصطفیؐ مجھ کو
یہی حاصل ہے جوہر زندگی بھر کی کمائی کا

چندر پرکاش جوہر بجنوری

شفیع احمد خاں قادری (مرتب) گلستانِ محمدؐ۔ ناشر مرتب، مالیگاؤں۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۳۳

حُسنِ کردار

رواں شفّاف چشمے کے کنارے — کھجوروں کے درختوں کے سہارے
تنے پر ٹانگ کر تلوار اپنی — سرھانے رکھ کے پھر دستار اپنی
رسولِؐ پاک تھے آرام فرما — زمیں کا ہی بنایا تھا بچھونا
صحابیؓ غسل کرنے جا چکے تھے — حضور انورؐ اکیلے رہ گئے تھے
یہ نظّارہ تھا خواب آور کچھ ایسا — ہوا کا آیا اک پرکیف جھونکا
کہ گہری نیند میں سوئے محمدؐ — جہانِ خواب میں کھوئے محمدؐ
ہُوا وارد وہاں پر ایک ملحد — نہایت بُزدل و سفّاک و پُرضِد
اُٹھائی چپکے سے تلوار اس نے — یکایک کرنا چاہا وار اس نے
ہوئی آہٹ تو جاگے شاہِ عالیؐ — برہنہ سامنے تلوار دیکھی
کہا ملحد نے فرماؤ محمدؐ! — قضا سے اب نہ گھبراؤ محمدؐ
بچائے گا تمھیں اب کون' بولو — ذرا اپنے خدا کو اب بلاؤ
تمہارا اب یہاں مولا کہاں ہے — بچائے جو تمہیں' ایسا کہاں ہے
کہا تب آپؐ نے اس بے ادب سے — کہ تو واقف نہیں اَسرارِ رب سے
خدا میرے لیے تیرے لیے ہے — وہ ربّ العالمیں سب کے لیے ہے
بچائے گا مرا اللہ مجھ کو — سبق دے گا ترا کردار تجھ کو
نظر پھر آپؐ نے ملحد پہ ڈالی — نگاہیں ہو گئیں کچھ کچھ جلالی
شقی کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی — اُڑے ہوش اور ہمّت اس کی ٹوٹی
وہی تلوار حضرتؐ نے اٹھائی — نمایاں یوں ہوئی شانِ خدائی

کہا محبوبِ حق نے پھر شقی سے — بہ اندازِ متانت سادگی سے
بتا اب اتنا' تو کیسے بچے گا — کہ وار اس تیغ کا کیسے رکے گا
یہ سُنتے ہی بہت گھبرا گیا وہ — بہت کانپا' بہت تھرّا گیا وہ
گرا قدموں پہ پھر خیرالبشرؐ کے — پسینے سے ہوا شل مارے ڈر کے
وہ پھر بولا نہایت عاجزی سے — مجھے اُمّید ہے اب آپ ہی سے
اماں بخشے گا اخلاقِ محمدؐ — یہ جاں بخشے گا اخلاقِ محمدؐ
یہ سُن کر پہلے تو اس کو اٹھایا — تسلّی دے کے خوف اس کا چھُڑایا
کہا ختمُ الرسلؐ نے مسکرا کر — غلط یہ تو نے سوچا ہے سراسر
وہی اللہ ہے تیرا محافظ — وہی اللہ ہے سب کا محافظ
بھروسا کر اُسی اللہ پر تو — اسی کا نام لے آٹھوں پہر تو
یہ سن کر کھل گئیں ملحد کی آنکھیں — ملیں نابینا کو نورانی آنکھیں
جو پہلے تھا' وہ اب ملحد نہیں تھا — اسے اب رحمتِ حق پر یقیں تھا
خدا کے نام پر ایمان لایا — رسولِؐ حق نے سینے سے لگایا

ہوا پھر موجزن طوفانِ رحمت
ہوا اے موجؔ وہ شایانِ رحمت

راجیندر بہادر موجؔ فتح گڑھی

راجیندر بہادر موجؔ فتح گڑھی۔ موجیں۔ مطبوعہ اُترپردیش (یوپی) ۱۹۸۴ء۔ ص ۴۷-۵۰

تُمھی وجہِ تخلیقِ کون و مکاں ہو، تمھی پر ہے دار و مدارِ دو عالم
تمھاری ہی رحمت کی ہے رہنِ منت، چمن بندیٔ لالہ زارِ دو عالم

یہ غنچوں کی نزہت، یہ پھولوں کی رنگت، یہ شانِ نزاکت، یہ حسنِ لطافت
یہ سب گُل کھلے ہیں تمھاری بدولت کہ ہو تم ہی جانِ بہارِ دو عالم

گھٹا زورِ باطل، مٹی بُت پرستی، ہوئی حق پرستوں سے آباد بستی
خدا نے مکمّل کیا نظمِ ہستی، تمھیں سونپ کر اختیارِ دو عالم

تمھارے مقاماتِ عالی کا ہمسر نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیمبر
شرف ہے تمھیں جنّ و انس و مَلک پر، ہو تم نازش و افتخارِ دو عالم

شہِ انبیا عرش کے مسند آرا، سراپا ہدایت "سراجاً منیرا"
دو عالم میں بجتا ہے ڈنکا تمھارا، تمھی ہو تمھی تاجدارِ دو عالم

گُناہوں کا میرے نہیں کچھ ٹھکانا، مگر دل پشیماں ہے حد سے زیادہ
سرِ حشر رکھ لیجے گا خدارا مری لاج اے پردہ دارِ دو عالم

دلؔ ایوبی ٹونکی

دلؔ ایوبی - نذرِ رسالت - پی کے پبلی کیشنز، دہلی - بار اول اپریل ۱۹۷۲ء - ص ۴۳، ۴۴

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا کے نام سے ہو ابتدائے نعتِ رسولؐ
سماعتوں کو جگا دے صدائے نعتِ رسولؐ

نہ جانے کون سی مدحت قبول ہو جائے
پسند کب ہو نہ جانے ادائے نعتِ رسولؐ

ادا ہو مجھ سے خدایا، ثنائے وصفِ نبیؐ
کہے مجھے بھی زمانہ فدائے نعتِ رسولؐ

جو چاہتا ہوں تحفّظ تو اوڑھ لیتا ہوں
ادب کے ساتھ میں فوراً ردائے نعتِ رسولؐ

جو اہلِ قلب و نظر ہیں، وہی سمجھتے ہیں
ہے رشکِ حاتمِ بنی طے، گدائے نعتِ رسولؐ

اب اس سے بڑھ کے ثنائے رسولؐ کیا ہو گی
خدائے پاک ہے خُود مبتلائے نعتِ رسولؐ

درُود خواں ہیں ملائک بھی عرش پر ابرار
سماعتیں ہوں تو آئے ندائے نعتِ رسولؐ

ابرار کرتپوری

ابرار کرتپوری - ورفعنا لک ذکرک - مرکز علم و دانش، نئی دہلی - ۱۹۸۷ء - ص ۷۳، ۷۴

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فراقِ نبیؐ میں جب آنسو بہائے
ستارے بہت دیر تک مسکرائے

محمدؐ کا اعزاز اللہُ اکبر!
خدا اور بندے کے خود ناز اٹھائے

مرا دل ہے منسوب یادِ نبیؐ سے
شبِ غم سے کہہ دو، کہیں اور جائے

شکن در شکن وہ محمدؐ کے گیسو
محیطِ دو عالم وہ رحمت کے سائے

نظر میں بسی ہے بہارِ مدینہ
خزاں آ کے اب مجھ سے آنکھیں ملائے

خمارؔ اُس کا بختِ رسا اللہ اللہ
مدینہ پہنچ کر جو واپس نہ آئے

خمارؔ بارہ بنکوی

نذرِ حضورؐ (نعتیہ انتخاب) نور بک ایجنسی، دہلی۔ بار اول ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۵

نہیں معلوم کب تک ظلمتِ غم کی سحر ہوگی
الٰہی کب عیاں تابِ رُخِ خیرالبشرؐ ہوگی

بتا اے کوچۂ طیبہ وہ گھڑیاں دُور کتنی ہیں
ترے سائے میں جب میری بسر شام و سحر ہوگی

نظرانداز کر دینا نہ میری حسرتیں زائر!
مرے محبوبؐ کے روضے پہ جب تیری نظر ہوگی

ابھی طیبہ نہیں دیکھا، پر اتنا ہے یقیں مجھ کو
مدینے کی زمیں اک روز فردوسِ نظر ہوگی

مَلک دیں گے نویدِ خُلد، قسمت جگمگائے گی
مری لوحِ جبیں پر جب نبیؐ کی خاکِ در ہو گی

نسیمؔ ان چاند تاروں سے وہاں کی تابشیں پوچھو
جہاں خود ذات اُس نورِ مبیں کی جلوہ گر ہو گی

صابر القادری نسیمؔ بستوی

حفیظ ایرانی (مرتب) بہارِ جنت۔ فیاض الحسن بک سیلر، کانپور۔ ص ۲۶، ۲۷

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمدؐ ہی کا ہے ہر گھر مدینہ اور مکّہ میں
اُنہی کا سایۂ انور مدینہ اور مکّہ میں

خدا ہی خوب واقف ہے، اسی کو علم ہے اس کا
حقیقت میں ہے کیا بہتر مدینہ اور مکہ میں

بصیرت سے جو ہیں محروم، ایسے بدنصیبوں کو
نظر آتا ہے بس پتھر مدینہ اور مکہ میں

ہمیشہ اک نئی دولت عطا ہوتی رہی اس کو
گزر جس کا ہوا اکثر مدینہ اور مکہ میں

یہاں اک کالی کملی ہے، وہاں اک سنگِ اسود ہے
سیاہی نور کا پیکر مدینہ اور مکہ میں

فضا میں اب بھی ہے حضرتؐ کے جسمِ پاک کی خوشبو
نسیمِ صبح ہے اطہر مدینہ اور مکہ میں

ظفرؔ کے ہاتھ میں کشکول ہو اور چاک دامن ہو
یونہی پھرتا رہے در در مدینہ اور مکہ میں

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ ظفرؔ حمیدی

ظفرؔ حمیدی۔ موجِ غبار۔ ناشر مصنف، مظفر پور (بہار) ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۰، ۱۱

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیرا کوچہ مجھے کعبہ ہی نظر آتا ہے
عرشِ اعظم ترا زینہ ہی نظر آتا ہے

یہ مرے جذبۂ محبت کا اثر ہے شاید
ہر طرف اب مجھے طیبہ ہی نظر آتا ہے

ارضِ طیبہ ترے ہر منظرِ خوشتر کی قسم
ہر طرف نقشِ تمنّا ہی نظر آتا ہے

حُسنِ احمدؐ تری اللہ رے جلوہ ریزی
ہر طرف آئنہ خانہ ہی نظر آتا ہے

عالمِ خواب ہو یا عالمِ محویّت ہو
اب مجھے گنبدِ خضرا ہی نظر آتا ہے

بس وہی ایک تجلّی ہے نگاہوں میں بسی
بس وہی ایک زمانہ ہی نظر آتا ہے

انبیا ایک سے ہیں ایک مگر پھر بھی بقاؔ
سب میں بالا شہِ بطحاؐ ہی نظر آتا ہے

بقاؔ نظامی عظیم آبادی

بقاؔ نظامی۔ صہبائے بقاؔ (مرتّبہ پروفیسر عبدالستار شاہد) انجمن معروفیہ برہانیہ بارگاہ عشق، کلکتہ۔
پہلا ایڈیشن۔ اگست ۱۹۷۹۔ ۷ ۱۳، ۱۴

صلی اللہ علیہ وسلم

جیبِ خدا، سارے عالم کا رہبر کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا
محمدؐ سے افضل، محمدؐ سے برتر کوئی اور پیدا ہوا ہے نہ ہوگا
وہ اُمّت کی کشتی کنارے لگانے حقیقت میں اک ناخدا بن کے آیا
امیدوں کا ساحل، سہاروں کا لنگر کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا
بشر کو یہ توقیر بخشی گئی ہے، سرِ عرش پہنچے نبیؐ مکرمؐ
جسے دیکھ کر تھے ملائک بھی ششدر، کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا
خدا کی حکومت کا سردار و حاکم، وہ لوح و قلم عرش و کرسی کا حامل
وہ ختم النبی اور رسولوں کا افسر، کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا
شہنشاہِ عالمؐ فقیری میں خوش تھے، رضائے الٰہی کی توفیق پا کر
لیے ساتھ صبر و قناعت کے لشکر، کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا
سکھایا سلیقہ عبادت کا جس نے، کیا بندگی کو طریقے سے رائج
بھٹکنے سے روکا ہمیں جس نے در در۔ کوئی اور پیدا ہوا ہے، نہ ہوگا

خضر برنی

خضر برنی۔ شاہنامۂ رسالت۔ ادبی سنگم، نئی دہلی۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۸۸ء۔ ص ۴۵

صلی اللہ علیہ وسلم

مرے رسولؐ نے برپا وہ انقلاب کیا
جس انقلاب نے دنیا کو فیض یاب کیا
بہ پیشِ کثرتِ باطل خطیبِ وحدت نے
بنامِ حق سرِ فاراں حسیں خطاب کیا
درونِ مسجدِ اقصیٰ اُنہیں شبِ اسریٰ
امام اپنا رسولوں نے انتخاب کیا
مرے رسولؐ کی معجز نواز اُنگلی نے
دو پارہ ایک اشارے میں ماہتاب کیا
مرے رسولؐ کے طلعت نواز تلووں نے
زمیں کے ذرّوں کو ہمدوشِ آفتاب کیا
ہم اس سے پہلے کسی کام کے نہ تھے اجملؔ
ہمیں تو نعتِ رسالت نے کامیاب کیا

اجملؔ سلطانپوری

باب اللہ خان اشرفی (مرتب) جنّت کا نغمہ۔ نیو سلور بک ایجنسی بمبئی۔ س ن۔ ص ۳۶

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مرے نبیؐ سا کوئی صاحبِ کمال نہیں
یہ وہ رسولؐ ہیں جن کی کوئی مثال نہیں

وہ جب بھی چاہیں، مدینے ہم کو بُلوائیں
ہمیں محال ہے، ان کے لئے محال نہیں

درِ رسولؐ تک آئیں بغیرِ حکمِ رسولؐ
بشر تو کیا ہیں، فرشتوں کی بھی مجال نہیں

اُسے عُروج کی منزل نہ مل سکے گی کبھی
جسے کہ عظمتِ سرکارؐ کا خیال نہیں

اشارہ ایسا کہ سورج پھرے، قمر شق ہو
بجُز حضورؐ کسی میں بھی یہ کمال نہیں

یہ جبرئیلؑ نے سدرہ پہ عرض کی کہ حضورؐ
قدم بڑھانے کی آگے، مری مجال نہیں

حیاتؔ ہوتی ہے ہر اک پہ بارشِ رحمت
یہاں پہ شاہ و گدا کا کوئی سوال نہیں

حیات بنارسی

تاجدارِ مدینہ۔ نیو رنک ایجنسی، بمبئی۔ س ن۔ ص ۲۲

دل میں ترے خیال کی جنّت لئے ہوئے
بیٹھا ہوں دو جہان کی دولت لئے ہوئے

آ، اے نسیمِ کوئے مدینہ اِدھر بھی آ
پیراہنِ حبیبؐ کی نکہت لئے ہوئے

دولت سرائے ساقیِ کوثرؐ پہ جبرئیلؑ
حاضر ہیں قدُسیوں کی جماعت لئے ہوئے

جب سے خیالِ قبلۂ کونین دل میں ہے
ہر اک نفَس ہے شانِ عبادت لئے ہوئے

فیضِ جمالِ ماہِ نبوّت نہ پوچھئے
ہے ذرّہ ذرّہ نُورِ حقیقت لئے ہوئے

اک اک چراغ بزمِ رسالت مآبؐ کا
ہے نورِ آفتابِ رسالتؐ لئے ہوئے

اُس دل کی قدر و قیمت و عظمت نہ پوچھئے
جو دل ہے اُنکے درد کی عظمت لئے ہوئے

سرکارؐ خود بلا کے سُنیں کوئی تازہ نعت
دل میں حیاتؔ ہوں یہی حسرت لئے ہوئے

حیاتؔ وارثی لکھنوی

اعجاز حسین قادری بلیاوی (مرتب) سفینۂ رحمت۔ اعجاز بک ڈپو، کلکتہ۔ ص ۵۰، ۵۱

پیدا نہ ہُوا کوئی محمدؐ سا بشر اور
آیا نہ کوئی آپؐ سا دنیا میں نظر اور

توصیف بیاں کیا ہو درِ شاہِ ہُدیٰ کی
اس در سے تو بڑھ کر نہیں کونین میں در اور

اس راز کو سمجھیں گے نہ جنّت کے طلب گار
طیبَہ کا سفر اور ہے، جنّت کا سفر اور

آتی ہی نہیں جن کو نظر شانِ محمدؐ
ہے میری دعا، دے اُنہیں اللہ نظر اور

ٹھکراؤ نہ الطاؔف کو اے شاہ مدینہؐ!
یہ آپؐ کی دہلیز سے جائے گا کدھر اور

الطاؔف انصاری سُلطانپوری

شفیع احمد خان قادری (مرتب) گلستانِ محمدؐ۔ ناشر مرتب، مالیگاؤں (مہاراشٹر) ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۰۱

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فخرِ آدم، سرورِ عالم، وقارِ کائنات
محسنِ انسانیت ہے غم گُسارِ کائنات

ناز اُٹھائے جن کے خود پروردگارِ کائنات
کیوں نہ کہیے پھر اُنہیں دار و مدارِ کائنات

یہ محبّت کا کرشمہ ہے، محبّت کا فُسوں
ہے اک انساں وجہِ ہر نقش و نگارِ کائنات

پیکرِ لطف و عطا و مظہرِ جُود و سخا
نازشِ کون و مکاں صد افتخارِ کائنات

آپؐ کے قول و عمل سے بن گیا جنّت نشاں
ہاں یہی صحرائے عالم، خار زارِ کائنات

"فقرُ فخریؐ" کا مرقّع اُن کی ساری زندگی
گو تھے سلطانِ سلاطیں، تاجدارِ کائنات

اے حبیبِؐ ربِّ اکبر اپنے اصغر پر نظر
آپ کی امّت میں ہے وہ دلفگارِ کائنات

اصغر مرزاپوری

اصغرؔ مرزاپوری۔ رقصِ روح۔ جشن اصغرؔ مرزاپوری کمیٹی، بمبئی۔ باراول۔ مارچ ۱۹۷۷ء۔ ص ۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

کیوں قرار آتا نہیں دل کو کسی صُورت نہ پوچھ
اشتیاقِ رویتِ حضرتؐ کی کیفیت نہ پوچھ

جُھک رہی ہے آج بھی قدموں پر اُن کے کائنات
خاکسارانِ شہِ کونینؐ کی عظمت نہ پوچھ

جاگزیں دل میں مرے عشقِ شہِ لولاکؐ ہے
بارگاہِ قُدس میں اس کی ہے کیا قیمت نہ پوچھ

جس کے آگے ہے بہارِ گلشنِ جنّت خجل
کتنی دلکش ہے فضائے روضۂ حضرتؐ نہ پوچھ

کہیے اس کو مخزنِ اَسرار تو بالکل بجا
دل میں پوشیدہ ہے کس کے عشق کی دولت نہ پوچھ

جب زباں پر آ گیا نام احمدِ مختار کا
رنج میں بھی مل گئی ہے کس قدر راحت نہ پوچھ

ہُوں غلامِ شافعِ محشرؐ جمالیؔ غم نہیں
اپنی بخشش کی نکل آئے گی کیا صُورت نہ پوچھ

ج، ئی، بدرالحسن بدرؔ جمالی

بدرؔ جمالی۔ جمالیات۔ جمالیات اشاعت کمیٹی، مدراس۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۹۰ء۔ ص ۸۵

شریعت ختم ہے تم پر، طریقت ختم ہے تم پر
مقامِ قُربِ رب کی ہر نہایت ختم ہے تم پر

تمہارے نور سے ہر جادۂ عرفاں ہوا روشن
ہدایت معتبر تم سے، ہدایت ختم ہے تم پر

نہ آئے گا جہاں میں پھر کوئی مرسل، نبی کوئی
خلائق کے لیے خالق کی حُجّت ختم ہے تم پر

خطابِ رحمتِ عالم تمھی کو زیب دیتا ہے
وہ اعدا پر عنایت، وہ مروّت ختم ہے تم پر

تمہارے حکم ہی پر ہے مدارِ حِلّت و حُرمت
نزولِ وحیؐ رب کی شان و شوکت ختم ہے تم پر

تمھی تو ہو معزز میہمانِ لامکاں آقاؐ
شبِ اسرا کی ذی شوکت سیاحت ختم ہے تم پر

شفیعُ المذنبینؐ راہی فدائی پر نوازش ہو
کہ روزِ حشر بس حق کی شفاعت ختم ہے تم پر

راہیؔ فدائی

راہیؔ فدائی۔ اناہل۔ ناشر مصنف، ویلور (ٹمل ناڈو) اشاعت اول ۱۹۸۷ء۔ ص ۴۴، ۴۵

ناخنِ پا سے تا موئے سر معجزہ
ہے سراپائے خیرالبشرؐ معجزہ

رب کی قدرت کا اعجازِ اعظم ہیں وہ
ان کا ہر گام، ہر اک نظر معجزہ

مومنو! خاکِ طیبہ شفا کیوں نہ ہو
میرے آقاؐ کی ہے رہ گزر معجزہ

معجزے ہی نے سورج کو لوٹا دیا
دیکھا عالم نے شقّ القمر معجزہ

غور کر جا کے وادیِ حرمین میں
قلب افروز ہے در بدر معجزہ

حق پذیری تو نورِ بصیرت سے ہے
کیسے دیکھے کوئی بے بصر معجزہ

بدؔر کے دل کو بھی زندگی دو شہاؐ!
لائے پھر نگہِ معجز اثر معجزہ

بدؔر القادری

بدؔر القادری۔ جمیل الشیم۔ المجمع الاسلامی، اعظم گڑھ۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۲۷، ۲۸

سکوں دل کو دو لے کے نامِ محمدؐ
پیو میکشو بھر کے جامِ محمدؐ

گئے عرشِ اعظم پہ نعلین پہنے
یہ ہے عزّت و احترامِ محمدؐ

وہ گیسوئے مشکیں، وہ روئے منوّر
وہ صبحِ محمدؐ، وہ شامِ محمدؐ

شجر اور حجر سب نے کلمہ پڑھا ہے
وہ معجز نما ہے کلامِ محمدؐ

وہی ہیں اذانیں، وہی ہیں نمازیں
ابھی تک وہی ہے نظامِ محمدؐ

یہاں بھی حکومت، وہاں بھی حکومت
دو عالم میں ہے انتظامِ محمدؐ

وہیں مشکلیں ہو گئیں اپنی آساں
جہاں آ گیا لب پہ نامِ محمدؐ

حفیظؔ اس کا رتبہ ہے شاہوں سے بہتر
حقیقت میں ہے جو غلامِ محمدؐ

حفیظؔ سلمانی

فضا لکھنوی، حیدر حسین۔ لکھنؤ کے اتّی شعرا۔ ناشر مرتّب لکھنؤ۔ ۱۹۸۹۔ ص ۵۸، ۵۹

ابتدائے دوسرا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ
انتہائے ماسوا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

مصدرِ عالم ہے اور موضوعِ جُزو و کُل ہے وہ
ہر خبر کی مبتدا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

وہ نہ ہوتے تو نہ کچھ کرتا خدائے دوجہاں
رمزِ لَوْلَاکَ لَمَا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

کُن کے کہتے ہی ہوئی معدُوم سے موجود خلق
باعثِ کُن برملا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

مہبطِ رُوح الامینؑ ہے، مصدرِ وحیِ اِلٰہ
کاشفِ سرِّ خدا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

ہیں صفاتِ احمدیؐ بے شک دوائے غمِ جلیلؔ
دافعِ رنج و بلا ہے ذاتِ پاکِ مصطفیٰ

محمود حسین جلیلؔ بدایونی

محمود حسین جلیلؔ بدایونی۔ باغِ رسولؐ۔ مطبع مجیدی کانپور۔ ۱۳۴۲ھ۔ ص ۱۰۹

ہم ایما آپؐ کا پاتے تو آتے اپنی آنکھوں سے
گُہر اشکوں کے روضے پر چڑھاتے اپنی آنکھوں میں

زیارت کی تمنّا میں خیالِ رنج و راحت کیا
کڑی جو راہ میں پڑتی، اُٹھاتے اپنی آنکھوں میں

نظر آتا کوئی تنکا اگر طیبہ کی گلیوں میں
اُٹھاتے اپنی پلکوں سے، لگاتے اپنی آنکھوں میں

در و دیوار کے انوار نظروں میں سما جاتے
وہ نقشہ اپنے دل پر کھینچ لاتے اپنی آنکھوں میں

خدا کرتا، کبھی حضرتؐ سے آنکھیں چار ہو جاتیں
ہم اپنا دردِ دل سب کہہ سناتے اپنی آنکھوں میں

وہ آتے خواب میں تو پُتلیاں قدموں میں مل لیتے
ہم اپنی سوتی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں میں

بلا سے ہوش جاتے، دیکھ تو لیتی نگہ اُن کی
ہمیں وہ کاش دیوانہ بناتے اپنی آنکھوں میں

جلیل مانکپوری

ذکی کاکوروی، ڈاکٹر۔ جلیل مانکپوری، حیات اور کارنامے۔ مرکز ادب اردو، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء۔ ص ۱۵۲، ۱۵۳

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام عالم ہے جس کے نام انتساب جیسا
نگاہِ حق میں ازل سے وہ انتخاب جیسا

ابھی جو غارِ حرا میں تھا ماہتاب جیسا
فرازِ فاراں ہے اب وہی انقلاب جیسا

زمیں کو رحم و کرم سے سیراب کرنے والا
وہ آج بھی تو برس رہا ہے سحاب جیسا

وہ سنگِ دُشنام پر بھی بارشِ گُلِ دُعا کی
شکست میں بھی وہ ہر قدم فتحیاب جیسا

عتابِ توہینِ نامۂ نُور حرف اترا
شکوہِ کسریٰ کا حشر خانہ خراب جیسا

نگاہ میں اس کے در کے ادنیٰ بھکاریوں کی
جلالِ جمشید و جاہِ دارا سراب جیسا

اسی طرح آج بھی ہے وہ درمیاں ہمارے
بس ایک ہلکا سا بیچ میں ہے حجاب جیسا

وہ جانا پہچانا، دیکھا بھالا سا لگنے والا
خیالِ انجم میں ایک خاکہ وہ خواب جیسا

انجم عرفانی

انجم عرفانی۔ زبانِ زخم۔ ناشر مصنف بلرامپور۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۸، ۱۹

آیتوں کے بعد تیری اے خُدا ممکن نہیں
ہم گنہگاروں سے مدحِ مصطفیٰؐ ممکن نہیں

عظمتیں وہ ہیں تری گلیوں میں، اے شہرِ رسولؐ
نام لینا مصر کے بازار کا ممکن نہیں

وقت ٹھہرا جس کے استقبال کو معراج میں
ہم سے اندازہ بھی اس رفتار کا ممکن نہیں

آ گئے جبریلؑ سدرہ تک محمدؐ کے طفیل
اور آگے بڑھنے کا اب حوصلہ ممکن نہیں

اس سے بڑھ کر عبد سے معبود کا کیا قُرب ہو
نقطۂ قوسین سے کم فاصلہ ممکن نہیں

جذبۂ دیدار میں اخلاص شامل ہو اگر
آپ کا دیدار بھی سرکارؐ ناممکن نہیں

بخش دے پروردگارِ پاک بھی خورشید کو
شافعِ محشرؐ اگر چاہیں تو کیا ممکن نہیں

خورشید جُنیدی

ذوقِ نظر (ماہنامہ) حیدر آباد۔ شافعِ محشرؐ نمبر۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۶

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کچھ لوگ نگاہوں سے وہ در چوم رہے ہیں
کچھ چومنے والوں کی نظر چوم رہے ہیں

جس راہ سے گزرے ہیں مدینے کے مسافر
اس راہ کو خورشید و قمر چوم رہے ہیں

ہیں پیشِ نظر گنبدِ خضرا کے مناظر
ہم دُور تو ہیں، اب بھی مگر چوم رہے ہیں

بوسے نگہِ شوق سے لیتے ہیں حرم کے
واللہ بہ اندازِ دگر چوم رہے ہیں

انگشت بدنداں ہیں فرشتے شبِ معراج
حضرتؐ کے قدم نجم و قمر چوم رہے ہیں

جن نظروں نے چوما ہے درِ شاہِ مدینہؐ
ان نظروں کو جبریلؑ کے پر چوم رہے ہیں

یہ حالِ جنوں ہے کہ درِ شاہِ مدینہؐ
ہے دُور نگاہوں سے مگر چوم رہے ہیں

گر لطفِ محمدؐ نہیں تو کیا ہے یہ کشفی
کیوں میری جبیں اہلِ ہُنر چوم رہے ہیں

کشفی لکھنوی

کشفی لکھنوی۔ چراغِ حرم۔ اردو سماج پبلی کیشنز لکھنؤ۔ بار اول ۱۹۷۲ء۔ ص ۱۰

صلی اللہ علیہ وسلم

گئے قوسین کی خلوت سرا میں شاہِ دیںؐ دیکھو
وصالِ قُربِ حق دیکھو، مکاں دیکھو، مکیں دیکھو

ملے گا دل مرا حضرتؐ کے روضہ میں کہیں، دیکھو
در و دیوار دیکھو، جالیاں دیکھو، زمیں دیکھو

دلِ حُور و مَلک پیوستہ ہے مُہرِ نبوت سے
یہ وہ خاتم ہے جس پر جم گئے لاکھوں نگیں دیکھو

کہا یوسفؑ نے، دیکھا جب شبِ اسرا میں حضرتؐ کو
خدا کی شان ہے، ہوتے ہیں ایسے بھی حسیں، دیکھو!

ملے ہیں مفت کے دو کاتبِ نعتِ نبیؐ ہم کو
کہ لکھتے جاتے ہیں دیواں کراماً کاتبیں، دیکھو

زمین و آسماں کا کُھل گیا سب حال حضرتؐ پر
ملی ہے حلقۂ قوسین کی کیا دُوربیں دیکھو

مدینہ میں وہ لے جانے کا وعدہ ہم سے کرتی ہے
اجل کو دیتے ہیں انعام میں جانِ حزیں، دیکھو

خوشی ہے قبر میں دیکھا ہلال ابروئے حضرتؐ
ہوا ہے چاند ہم کو عید کا زیرِ زمیں دیکھو

حامد بخش حامد بدایونی

حامد بخش حامد بدایونی۔ کلام حامد (مرتبہ عبد اللہ ولی بخش قادری) ناشر مرتب، نئی دہلی۔ دوسری بار مئی ۱۹۸۹ء۔ ("کلام حامد" میں شاعر کی تین کتب مدحِ رسولِ مکرمؐ، گلزارِ نظم حامد اور گلشنِ شادابِ منقبت شامل ہیں۔ زیرِ نظر نعت "گلزارِ نظم حامد" کے صفحہ ۷۵، ۷۶ پر ہے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سُورج میں تمہاری تابانی، شمعوں میں تمہاری روشنیاں
از فرشِ زمیں تا بامِ فلک ہر چیز پہ طاری روشنیاں

اُس جیسا ہوگا کون بھلا، اُمّید سے زیادہ اس کی عطا
ظلمت کی توقّع تھی جن کو، اُن پر بھی اتاری روشنیاں

آخر وجہِ تشکیل ہوئیں، اک پیکر میں تحلیل ہوئیں
دھرتی کی فروزاں قندیلیں، آکاش کی ساری روشنیاں

جذبوں میں سحر کے رنگ گھلے، الفاظ کے سب اَسرار کھلے
مرقوم ہوئیں منظوم ہوئیں جس وقت تمہاری روشنیاں

ہر شکل بھلا کر جب شاہدؔ ہم نے اس کی جانب دیکھا
دل خانۂ نور ہوا یکسر، آنکھوں سے ہیں جاری روشنیاں

شاہدؔ میر

شاہدؔ میر- موسم زرد گلابوں کا- نکھار پبلی کیشنز، مئوناتھ بھنجن (یوپی) ص ۱۸- بار اول فروری ۱۹۸۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر چاہو خدا کی رحمتوں سے واسطہ رکھنا
تو ہر لمحہ لبوں پر اپنے ذکرِ مصطفیٰ رکھنا

بروزِ حشر بخشش کے لیے اتنا ضروری ہے
دُرود پاک ہونٹوں پر سَدا اپنے سجا رکھنا

میں ایسی بے خودی کو ہوش سے بہتر سمجھتا ہوں
کہ یادِ مصطفیٰ میں دونوں عالم کو بھلا رکھنا

میں دیوانہ تمہارا خود کو کہتا ہوں زمانے میں
خیال اس بے ادب کا بھی قیامت میں ذرا رکھنا

وہ جن کے عشق میں مرنا بھی سو جینے کا جینا ہے
انہی کے عشق میں تم اپنی ہستی کو فنا رکھنا

شرف حاصل ہے مجھ کو اُن کے روضے کی حضوری کا
اُمیدِ گلشنِ فردوس دل میں دردؔ کیا رکھنا

حاجی محمد سلیم دردؔ وارثی لکھنوی

دردؔ وارثی- متاعِ درد- ناشر مصنف، مدنپورہ، بمبئی- ستمبر ۱۹۹۰- ص ۳۵

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ اللہ شرف و شانِ مقامِ محمود
خسروِ عرش ہے سلطان مقامِ محمود

آپ ہیں حامد و محمود، محمدؐ، احمد
آپ ہیں رونقِ ایوانِ مقامِ محمود

انبیا، حور و ملک، جنّ و بشر حاضر ہیں
بیتِ معمور ہے قربانِ مقامِ محمود

ہشت جنّت کی بہاروں کو ہے دامن میں لیے
چمنِ خُلد بداماں مقامِ محمود

نزہتیں عالمِ امکاں کی ہیں موجود تمام
اللہ اللہ سر و سامانِ مقامِ محمود

شش جہت ہیں جو تصدق تو فدا ہشت بہشت
ہفت افلاک ہیں قربانِ مقامِ محمود

بخت چمکائے گا ہم جیسے گنہگاروں کا
مرحبا جلوۂ جانانِ مقامِ محمود

کرسئ حمد پہ ہیں حمدِ خدا میں مصروف
مصطفیٰ صلِّ علیٰ، جانِ مقامِ محمود

رحمتِ عام ہو خدّام پہ روزِ محشر
یا نبیؐ! خسروِ ایوانِ مقامِ محمود

نورِ خورشیدِ حرم سے ہیں ستارے درخشاں
ہے مہ و مہر میں لمعانِ مقامِ محمود

پھول برسا دے خزاں دیدہ جہاں والوں پہ
اے نسیمِ چمنستانِ مقامِ محمود

ہاشمیؐ ابطحی، مکّی، مدنی، بدر کے چاند!
تجھ سے پُر نور ہے ایوانِ مقامِ محمود

مغفرت کی ہے تمنّا جو ضیاؔ سینے میں
تھام لے دامنِ سلطانِ مقامِ محمود

علامہ ضیا القادری بدایونی

ماہنامہ "آستانہ" دہلی۔ اگست ۱۹۶۰۔ ص ۴۱

مسجدِ اقصیٰ سے روشن ہے جمالِ مصطفیٰؐ
گنبدِ خضرا سے ظاہر ہے جلالِ مصطفیٰؐ

مُنتہائے منزلِ عرفاں خیالِ مصطفیٰؐ
ایک تنویرِ مکمّل ہے جمالِ مصطفیٰؐ

ماہ و انجم، غُنچہ و گُل، رنگ و بُو کچھ بھی نہیں
اصل میں سب کچھ ہے یہ حُسنِ کمالِ مصطفیٰؐ

کائناتِ شوق میں یہ تابشِ فکر و نظر
اللہ اللہ اِس قدر روشن خیالِ مصطفیٰؐ

احترامِ شوق میں آنکھیں بچھاؤ مومنو!
کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفیٰؐ

خیرہ ہے چشمِ طلب اُن کے جمال و نور سے
جاگزیں ہے ہر طرف دل میں خیالِ مصطفیٰؐ

حق تعالیٰ بخش دے گا خُود ہی مجھ کو اے رضاؔ
حشر میں درپیش ہو گا جب سوالِ مصطفیٰؐ

رضاؔ امروہوی

رضاؔ امروہوی۔ ایمان و ایقان۔ دلنواز پبلی کیشنز نئی دہلی، ۱۹۸۳۔ ص ۱۶

رُلاتا ہے ہر دم خیالِ مدینہ   دکھا دے الٰہی جمالِ مدینہ

بہارِ چمن بھائے گی خاک اُن کو   جن آنکھوں نے دیکھا جمالِ مدینہ

لگا آفتابِ جہاں مُنہ چھپانے   چمک کر جو نکلا ہلالِ مدینہ

غلامی ہے اُس در کی شاہی سے بہتر   ہُوا تم سے ثابت بلالؓ مدینہ

دمِ نزع ہو مُنہ مِرا سوئے طیبہ   جسے دل میں ایسا خیالِ مدینہ

یہی ہے تمنّا، یہی آرزو ہے   اِن آنکھوں سے دیکھوں جمالِ مدینہ

چلو جلد عرفاںؔ راہِ طلب میں

ہے گر دل میں شوقِ وصالِ مدینہ

عرفان

محمد سعید بیلانی کانپوری (مرتب) گلدستۂ نعت ـ مکتبہ المجاہد، کانپور ـ ۱۹۸۹ء ـ ص ۲۷

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شوقِ جنّت نہ رہا، جب سے مدینہ دیکھا

آستانے پہ ترے طُور کا جلوہ دیکھا

تو نے انسان کو احساس کی دولت بخشی

تیرگی نے ترے صدقے میں اجالا دیکھا

حیف، انساں نے اسے اپنا سا انساں سمجھا

چشمِ عالم نے نہ جس کا کبھی سایہ دیکھا

جسمِ خاکی میں سما سکتے ہیں انوارِ خدا

تجھ کو دیکھا تو یہ قدرت کا تماشا دیکھا

ربِّ کونین خُدا، رحمتِ کونین حضورؐ

عبد و معبود میں اک میم کا پردہ دیکھا

صدقے اس نام کے، جس نام کے صدقے عاشورؔ

بارہا ہم نے اندھیروں میں اجالا دیکھا

سید عاشور کاظمی

عاشور کاظمی ـ صراط منزل ـ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ـ

دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء ـ ص ۴۷، ۴۹

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یہ بزمِ ماہ و انجم انساں کی رہ گزر ہے
جو آسماں سے گزرا، ایسا بھی اک بشر ہے

ذاتِ نبیؐ کا صدقہ دُنیائے بحر و بر ہے
مفہوم ہیں بہت سے، اور بات مختصر ہے

اے رحمتوں کے بانی، چشمِ کرم ادھر بھی
یہ گردشِ زمانہ مُدّت سے میرے سر ہے

اظہارِ مُدّعا بھی توہین ہے کرم کی
جو کچھ میں چاہتا ہوں، اس کی اُنہیں خبر ہے

عکسِ رُخِ نبیؐ سے ہیں دوجہاں منوّر
کچھ روشنی اِدھر ہے، کچھ روشنی اُدھر ہے

بے تاب ہو رہے ہیں سجدے قدم قدم پر
اے بے خودی بتانا، یہ کس کی رہ گزر ہے

طیبہ کے راستوں میں تنہائیوں کا ڈر کیا
جب رحمتِ الٰہی خود میری ہم سفر ہے

سراج الحق قمؔر مراد آبادی

قمر مراد آبادی- گلستانِ غزل- ناشر تاج بن قمر، مراد آباد- ۱۹۸۵ء ص ۱۱

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جہان سب ہم نے چھان مارا، حسین یکتا تمھی کو دیکھا
مثال پائی ہر اک حسیں کی، حضورؐ تم سا تمھی کو دیکھا
کہیں جھلک سی تمھاری دیکھی، کہیں سراپا تمھی کو دیکھا
جدھر نظر کی، قسم تمھاری، تو میں نے ہر جا تمھی کو دیکھا

جو ناز سے تن کے اس نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے ہم سے اچھا؟
تو بول اٹھا تن کے ہر بُنِ مُو کہ تم سے اچھا تمھی کو دیکھا
کہیں پہ محجوب تم کو پایا، کہیں پہ بے پردہ تم کو دیکھا
نظر تھی معنیٰ میں بھی تمھی پر، ہُوئے جو پیدا تمھی کو دیکھا

تمھارا ہے نام سب کے لب پر، کھٹک تمھاری ہے سب کے دل میں
جہاں کے پیارے تمھی ہو پیارے، جہاں کا پیارا تمھی کو دیکھا
اگر قیامت میں بھی وہ پوچھیں کہ میرا ہمسر کسی نے پایا
تو سب سے پہلے یہ بول اُٹھوں گا، تمھی کو دیکھا، تمھی کو دیکھا
کسی کے دل کے ہو مُدّعا تم، کسی کا مقصد، کسی کے ارماں
سما رہے ہو ہر اک کے دل میں، یہ سب کا جملہ تمھی کو دیکھا

غوثؔی

غوثی- طیبات غوثی- ادارہ النور، حیدر آباد دکن- ۱۹۸۴ء- ص ۲۱، ۲۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے جذبۂ عشقِ ختمِ رُسُلؐ اک روز تو ایسا ہو جائے
ہو روضۂ اقدس پیشِ نظر اور ختم فسانہ ہو جائے

اے سرورِ دیںؐ محبوبِ خدا، جو دل سے تمہارا ہو جائے
یہ سارا زمانہ کیا شے ہے، اللہ بھی اس کا ہو جائے

اے فخرِ رسالت، شاہِ امم، اے گنبدِ خَضرا کے ساکن
جس دل میں مکیں ہو جاؤ تم، وہ گنبدِ خضرا ہو جائے

شیرازۂ مُسلم بھی برہم اور وقت کے تیور بھی برہم
یہ وقتِ مدد ہے شاہِ اممؐ رحمت کا اشارہ ہو جائے

اس وقت فضائے عالم پہ گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں
اے ماہِ عرب، اے نورِ خدا، ظلمت میں اجالا ہو جائے

دراصل صباؔ وہ آنکھیں ہیں آنکھوں سے لگانے کے قابل
جن آنکھوں کو شاہِ طیبہؐ کے روضے کا نظارہ ہو جائے

صباؔ افغانی

صباؔ افغانی - متاعِ صبا - ناشر مصنف الہ آباد - ۱۹۸۵ - ص ۵۳

دلِ درد آشنا محرومِ جلوہ ہو نہیں سکتا
شہِ دیںؐ بُھول جائیں ہم کو، ایسا ہو نہیں سکتا

نظر سے دُور اُن کا رُوئے زیبا ہو نہیں سکتا
یہ آئینہ کسی عالم میں دُھندلا ہو نہیں سکتا

بُلاوا آئے گا اِک دن مجھے دربارِ احمدؐ سے
مرا دردِ محبّت بے نتیجہ ہو نہیں سکتا

دلِ غمگیں کو دولت مل گئی عشقِ محمدؐ کی
کسی بازار میں اب کوئی سودا ہو نہیں سکتا

منوّر کر دیا ہے شمعِ عرفانِ محمدؐ نے
ہماری بزمِ دل میں اب اندھیرا ہو نہیں سکتا

درِ آقا سے محشر تک نوازا جائے بسملؔ
سمندر کے کنارے کوئی پیاسا ہو نہیں سکتا

عبدالرحمن بسملؔ آغائی

بسملؔ آغائی - سلسلۂ خواب - مجلسِ مصنفین، حیدر آباد سندھ - ۱۹۸۰ - ص ۵۱

نسبت جسے سرکارِ دو عالمؐ سے نہیں ہے
اُس شخص کے حصّے میں نہ دُنیا ہے، نہ دیں ہے

ہے عرش کی قندیل اُسی نور سے روشن
اُس شمعِ ضیا بار سے یہ بزمِ حسیں ہے

ہے اس کی اطاعت میں نہاں حق کی اطاعت
جو اُس کا نہیں، ربِّ جہاں اس کا نہیں ہے

وہ شانِ تصرّف کہ ہے ٹھوکر میں خدائی
یہ حُسنِ قناعت کہ غذا نانِ جویں ہے

گُفتار کہ جُوں پُھول سے جھڑتے ہوں لبوں سے
کردار کہ جس کا کوئی ثانی ہی نہیں ہے

طائف کی فضا، بارشِ سنگ، اس پہ یہ انداز
مصروف دعاؤں میں لبِ سرورِ دیںؐ ہے

جوہر بلیاوی

محمد اعجاز حسین قادری (مرتب) سفینۂ رحمت - اعجاز بک ڈپو، کلکتہ - ص ۳۶، ۳۷

جو مدینہ ہم بھی جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
کبھی لوٹ کر نہ آتے تو کچھ اور بات ہوتی

مری زیست کے عناصر درِ مصطفیٰؐ پہ چل کے
مرا ساتھ چھوڑ جاتے تو کچھ اور بات ہوتی

یہ فروغِ علم و دانش، یہ متاعِ رنگِ عالم
یہاں مصطفیٰؐ نہ آتے تو کچھ اور بات ہوتی

یہ ستاروں کا تبسّم ہے نظر نواز لیکن
جو حضورؐ مسکراتے تو کچھ اور بات ہوتی

مجھے زہر دینے والے بڑے کم نظر ہیں آقاؐ
ترے نام پر پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

یہ ہوا کے مست جھونکے جو ارم سے آ رہے ہیں
یہی طیبہؐ ہو کے آتے تو کچھ اور بات ہوتی

یہ جو نعتِ پاک بیکلؔ سرِ بزم پڑھ رہے ہو
کہیں طیبہ میں سناتے تو کچھ اور بات ہوتی

بیکلؔ اتساہی بلرامپوری

بیکل اتساہی - انتخاب بیکل - اعجاز بک ڈپو، کلکتہ - ص ۲۳، ۲۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دِید کے قابل ہے اُن لوگوں کے جینے کی بَہار
دیکھ آئے ہیں جو آنکھوں سے مَدینے کی بَہار

سب سُکوں بَر دُوش منظر سب قرینے کی بَہار
کاش آجائے میسّر وہ مدینے کی بَہار

کائناتِ دِہر کی ہر ایک جَلوہ گاہ میں
ضَو فِگن ہے جسمِ اَطہر کے پسینے کی بَہار

ہر گھڑی صَلِّ علیٰ صَلِّ علیٰ پڑھتے رہو
دولتِ ہر دو جہاں ہے اس خزینے کی بَہار

وارثی کو ہے اگر عشقِ نبیؐ سب سے عزیز
دیکھ آئے گا کبھی وہ بھی مَدینے کی بَہار

عزیز وارثی

عزیز وارثی - جسارت - مکتبہ ندائے اتحاد، دہلی ۱۹۷۶ء - ص ۱۹، ۲۰

صلی اللہ علیہ وسلم

اے حقیقت بیں نگہ! اب کر نظر سوئے حجاز
دور بیں کو پھیر دے اب عرش سے سوئے حجاز

توسنِ تخییل کو راکب ذرا اب دے لگام
بے عناں، ادراک کے میداں میں ہوگی تگ و تاز

باتوں باتوں میں کسی سے ہو لیے شکوی بہت
معنوں معنوں میں کسی سے ہو لیا راز و نیاز

ہو لیا ذکرِ شبِ غم، مجلسِ ماتم تمام
رو نما ہے مہر اب اور صبح ہے خندہ طراز

سازِ دل تارِ رگِ جاں سے ترنّم ریز ہے
مل گیا ایمان میں زیر و بم ہستی کا راز

روح ہے اک نغمۂ بے صوت، نطقِ خلق میں
اِس ہی میں مضمر ہے تخلیقِ قدیرِ کارساز

خالقِ زندیق و سوفسطائی و مشرک و غیر
قبطی و سبطیؔ و مسلم کا وہی ہے بے نیاز

گر برہمن کے گلے میں رشتۂ زنّار ہے
مُلحد و منکر کو ہے انکار پر اِس ہی کے ناز

اس ہی نے اُس بانیِ اسلام کو پیدا کیا
جس کی ذاتِ پاک نے بخشا عرب کو امتیاز

کفر اور الحاد جب عالم میں عالمگیر تھے
مصطفےٰؐ پیدا ہوا مکّے میں غم کا چارہ ساز

کب محامد اور محاسن تیرے ہوں مجھ سی ادا
ہاں مگر اک عرض ہے تجھ سے مری بندہ نواز

تیری تلقیں کا اثر اتنا مٹا ہے دہر سے
کفر اور اسلام میں باقی ہے اب کم امتیاز

پیروی کے نام پر مرتے ہیں یہ سب بے خبر
اور پڑھتے ہیں جدا انداز سے ہر دن نماز

ہے تہی بزمِ قیاس، اِجماع ہی آتشِ بجام
لوگ کہتے ہیں ہر اک گھر میں حدیثِ خانہ ساز

قلب کے آئینے میں ہر اک ہے محوِ عکسِ خود — بند ہے چشمِ بصیرت، وا ہے چشمِ حرص و آز

بدلی وہ ہے کہ شاید تجھ سے بھی بد دل ہیں وہ — ہائے اُن شکی دلوں کا کون پائے اصل راز

اب کہاں اسلام کی وہ ترک تازی دہر میں — از بدخشاں تا بہ غرناطہ کہاں وہ تگ و تاز

آج ہیں پا بوسِ نکبت ہاں وہی سر پُر غرور — تھے جو کل تک جملہ عالم میں بلند و سرفراز

اور کیا ہے یہ ہماری شامتِ اعمال ہے — ساری دنیا ہے ہمارے حال پر خندہ طراز

بس دعا پر ختم کر آصفؔ تو اب اس عرض کو — امتِ احمدؐ کے عصیاں بخش دے او بے نیاز

کیا نہیں تقصیرِ بندہ آپ ہی عذرِ گناہ
کہتے ہیں اللہ تو تو ہے بڑا نکتہ نواز

آصف علی

آصف علی - ارمغان آصف - دہلی یونیورسٹی، دہلی، اشاعت اول ۱۹۶۶ء - ص ۴۴-۴۵

واعظ خطر نہیں مجھے نارِ جحیم کا
ہوں امتی شفیع کا بندہ کریم کا

اعدا کے واسطے کبھی نہ کی بد دعا کبھی
اللہ رے مرتبہ ترے خلقِ عظیم کا

یوسفؑ کا حسن نوحؑ کی سطوت دمِ مسیحؑ
خلّتِ خلیلؑ کی یدِ بیضا کلیمؑ کا

مولا کے قد و زلف و دہن کی مثال ہے
مطلب کھلا ہوا ہے الف لام میم کا

آوارگانِ وادیٔ یثرب سے پوچھ لے
جس کو پتہ ملے نہ رہِ مستقیم کا

بیخودؔ دیارِ یار سے اب دل اٹھائیے
کیجیے طواف چل کے نبیؐ کے حرم کا

بیخود بدایونی

اسعد بدایونی (مرتب) انتخاب کلام بیخود بدایونی - اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ - ۱۹۹۰ء - ص ۳۵

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاک فضاؤں کو آلودہ مت کرنا

اُن گلیوں میں میرا چرچا مت کرنا

مجھ کو جو نسبت ہے اسمِ محمدؐ سے

اُس نسبت کا کوئی اشارہ مت کرنا

جھوٹے تھے سارے عہدو پیماں میرے

میرے گناہوں کو بے پردہ مت کرنا

چپ رہنا میرے بارے میں اُنکے حضور

کچھ کہہ کر مجھ کو شرمندہ مت کرنا

زیب غوری

زیب غوری - چاک - ناشر میر حامد علی کانپوری، کانپور طبع اول ۱۹۸۵ء - ص ۴۱

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ محفلِ میلادِ رسولِ دوسرا ہے
گلزارِ محبت کا ہر اک پھول کھلا ہے

خوشبو سے لدی آتی ہے ہر موج نسیم آج
اور بارشِ انوار ہے رحمت کی گھٹا ہے

اس بندۂ کامل کی بھلا کس سے ہو توصیف
جو عرش پہ اللہ کا مہمان ہوا ہے

بس ایک اشارہ میں ہوا چاند بھی ٹکڑے
یہ آپ کی انگشت کا اعجاز رہا ہے

اس رحمتِ عالم کا یہ اعجاز ہے دیکھو
ہر تارِ دلِ زار صفیؔ نغمہ سرا ہے

صفی احمد

صفی احمد - کشتِ دل - ناشر سیّد فیض احمد، پٹنہ - ۱۹۸۹ء - ص ۲۹

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ابد آثار ہے رنگِ بہارِ گنبدِ خضرا
بہارِ ہشت جنت ہے نثارِ گنبدِ خضرا

جہانِ رنگ و بو میں ہے بہارِ گنبدِ خضرا
ہے تصویرِ جہاں نقش و نگارِ گنبدِ خضرا

ہجومِ شوق ارماں ہے نثارِ گنبدِ خضرا
نظر ہے محوِ دیدارِ بہارِ گنبدِ خضرا

جھپکتی ہے نظر جس وقت یہ معلوم ہوتا ہے
ہے چشمِ شوق محوِ انتظارِ گنبدِ خضرا

قبا کی وادیاں ہوں یا احد کا پاک نخلستاں
عیاں ہے ہر طرف فیضِ بہارِ گنبدِ خضرا

مظفر منحصر تکمیلِ ارماں مرضیٔ حق پر
یہ جی کہتا ہے جاں کر دوں نثارِ گنبدِ خضرا

سیّد مظفر حسین

سید مظفر حسین- نسیم حجاز- ایس ایم رحمان، کچھوچھہ شریف- ۱۹۸۵ء- ص ۵۱، ۵۲

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدا کے بعد ذاتِ مصطفیٰ میری نظر میں ہے
فلک پر جس کی شہرت جس کا چرچا بحر و بر میں ہے

وہ ذرہ ذرہ کب ہے جو نبی کی خاکِ در میں ہے
شمار اس کا نجوم و کہکشاں، شمس و قمر میں ہے

تری بھی حاضری دربارِ شاہِ بحر و بر میں ہے
یہ جملہ اور میری داستانِ مختصر میں ہے

بعنوانِ حقیقت لکھ رہا ہوں میں وہ افسانہ
کہ اک اک لفظ جس کا مدحتِ خیر البشر میں ہے

جو شام اے شادؔ یادِ سرورِ دیں میں گزر جائے
شمار اس شام کا پھر شام میں کب ہے سحر میں ہے

شادؔ قادری

شادؔ قادری- گنجینۂ نعت و مناقب- ناشر مصنف، بدایوں- ۱۹۸۶ء- ص ۴۳

ممدوحِ خدا (علیہ التحیۃ والثنا)

زباں مدّاح ہے ہر دم نبیؐ کی ثنا ہے روح سے ہمدم نبیؐ کی
ثنا قرآن میں جن کی عیاں ہے ثنا گو خالقِ ہر دو جہاں ہے
وہ ہیں ختمِ رسل، سالارِ امت شفیعُ المذنبیں، غمخوارِ امت
ملا "لولاک" کا خوش تاج جن کو ہوئی ہے عرش پر معراج جن کو
نہالِ "قُم فَاَنذِر" جن کا قامت "لَعُمرک" ہی سے ہے شانِ کرامت
جبیں ہے "والضحیٰ"۔ "واللّیل" گیسو مقوّس "قابَ قوسین" اُن کے ابرو
ہے "والشمس" انکے رخساروں کی تعریف "اَلَم نَشرَح" میں ہے سینے کی توصیف
ہیں "مَا زَاغَ البَصَر" چشمِ جہاں بیں دلیل "اِذ رمیٰ" دستِ گہر چیں
ہے "سُبحٰنَ الَّذِی اَسریٰ" سواری "وَمَا اَوحیٰ" ہے تختِ نامداری
"عَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم" اُن کی صفت ہے "وَمَا یَنطِق" زباں کی کیفیت ہے
ثنا ان کی ہے سب قرآں میں ظاہر بیاں ان کا ہے اول تا بہ آخر
سوا حق کے کوئی تعریف اُن کی نہ ممکن کر سکے توصیف ان کی

ثنا گوئی کہاں کس سے ادا ہو
وہی جانے، جو عالم کا خدا ہو

قاضی غلام علی مہریؔ

قاضی غلام علی مہری۔ مصباح المجالس۔ مطبوعہ مطبع حیدری۔ ۱۲۷۳ھ ص ۸، ۹

نسبتِ نیاز

یا رسولَ اللہ، ترحُّم کی نظر مجھ گدائے بے نوا کے حال پر
دل کی الجھن بڑھ گئی حد سے فزوں سوزِ ہجراں نے کیا پیدا جنوں
جسم میں جانِ حزیں ہے بے قرار ہو رؤفی اور رحیمی آشکار
شانِ محبوبی کا جلوہ ہو عیاں تاکہ مٹ جائے یہ شورِ این و آں
آپ کا مَیں ہوں تو مجھ کو غم ہے کیا آپ میرے ہیں جو ہوں مَیں آپ کا
کیوں نہ اس نسبت پہ مجھ کو ناز ہو بے خودی کا کیوں نہ ہر انداز ہو
کیوں نہ اِس نسبت سے پیدا درد ہو کیوں نہ ہر دم دل سے آہِ سرد ہو
کیوں نہ ذوق و شوق و بیتابی بڑھے کیوں نہ سوز و درد و بے خوابی بڑھے
اس قوی نسبت سے جب نسبت ہوئی وصلِ روحانی ہوا، قربت ہوئی
جسم و جاں کی ایک سی حالت نہ ہو جوہرِ قائم سے نسبت عرض کو
گُم مری ہستی ہو، رہ جائیں حضورؐ نور و نور و نور و نور و نور، نور

نور میں ظلمت کا رہ جائے نہ نام
صبح کو باقی رہے کیا شب سے کام

نذیر الحسن

نذیر الحسن۔ مثنوی مناجاتِ نعتیہ موسوم بہ دردِ دل۔ مطبع مفیدِ عام، آگرہ۔ ۱۹۰۵ء

پیمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)

ازل کا مرقع، ابد کا پیام — ثبوتِ شعورِ خواص و عوام
ہر اک کے لیے واجبِ احترام — وہ پہلا بشر مصطفیٰؐ جس کا نام
تصدّق میں اس کے جہاں بن گیا
زمیں بن گئی، آسماں بن گیا

کھلے نورِ واحد پہ اسرارِ ذات — چمکنے لگی چاند تاروں سے رات
ہوئی شب نوازوں کو سورج سے مات — منور ہوئے عالمِ شش جہات
فلک سے زمیں تک اجالا ہوا
محمدؐ کا یوں بول بالا ہوا

نشانات خاکِ زمیں پر بنے — بساطِ چمن پر گُلِ تر بنے
ضرورت تھی اصلاح پیکر بنے — خدا کی طرف سے پیمبرؐ بنے
تکلّم کو حُسنِ طلب مل گیا
کھلے لب تو اُمّی لقب مل گیا

وہ قرآنِ صامت کی نیرنگیاں — حدیثِ محبت پیامِ جہاں
اصول و ضوابط کے واحد نشاں — خدا کا قلم، مصطفیٰؐ کی زباں
بشر تا بشر موج ہستی میں ہے
جو اس سے جُدا ہے، وہ پستی میں ہے

شمیم امروہوی

شمیم امروہوی۔ ریاضِ فکر۔ بزمِ حیات یو پی، امروہہ۔ ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۳۔۱۶

سراپائے جمال

کیا کہوں اُس کا سراپائے جمال — پہلوئے ذم سے بچا اے ذوالجلال!
جسمِ اطہر عرشِ اعظم کی طرح — فرق گویا پارۂ "عم" کی طرح
آنکھ جیسے کنگرے ہوں عرش کے — ابروئے خمدار جیسے معجزے
ہونٹ قفلِ غایتِ دل کی کلید — نطق اک گنجینۂ نَو کی نوید
گوش امکانِ صدائے اوّلیں — اور زباں علم و فراست کی زمیں
مُو بہ مُو اور سر بہ سر مینارِ نور — سر بہ زانو تیرگی اس کے حضور
پُتلیاں گویا معرّف نور کی — ہر مژہ تفسیر قُرب و دُور کی
گوشۂ چشمِ مقدس ماہتاب — ہر اُچٹتی سی نظر اک آفتاب
اُنگلیاں سدرہ کی شاخوں کی مثال — ہر اشارہ گویا معراجِ کمال
ہر قدم تمہیدِ امن و آشتی — نقشِ پا سر رشتہ دارِ آگہی
ہاتھ تصویرِ عصائے موسوی — اور ہتھیلی مثنوی معنوی
آئنہ تمثالِ عارض کے کنول — خود سوادِ چشم تنویرِ ازل
مصحفی چہرہ طباشیرِ سحر — خطِ سبز اس کا نوامیسِ خضر

ماتگ کا جادہ صراطِ مستقیم — گویا دستارِ شہی عرشِ عظیم
ایک موجِ فکر ہر تارِ کلاہ — مرحبا صلِّ علیٰ عالم پناہ
قدِّ موزوں جاذبِ حسنِ نظر — نفس گویا حاصلِ جذب و اثر
مردمک ہر لمحہ مصروفِ طواف — معتکف ہر وقت آنکھوں کا غلاف
ریش گویا آیتِ فرمانِ رب — گویا قرآں چہرۂ قصر الادب
مہبطِ انوارِ حق لوحِ جبیں — رُوکشِ برجِ شرف قلبِ حزیں
ناخن و لب عقدۂ مشکل کا حل — وہ سراپا صاحبِ حسن و عمل
سینۂ پُرنور گنجِ خسروی — کون کر سکتا ہے اس کی ہمسری
دل حریمِ پاک میں کعبہ نشاں — سر بسجدہ ہر ارادہ کی زباں
گفتگو گلباریٔ باغِ ارم — جستجو نیرنگیٔ بابُ الحِکَم
خامشی شائستۂ رنگِ سخن — بیخودی منجملۂ صد فکر و فن
کاکلِ فکرِ رسا کتنا طویل — سوچ اس کی جیسے موجِ سلسبیل
پاک رگ اس کی رگِ گل سے لطیف — وہ شریفُ النفس، اس کا غم شریف
اس کا چہرہ رحل میں قرآنِ پاک — سارا کعبہ گویا اس کے گھر کی خاک

مجھ سے اور وصفِ سراپائے رسولؐ
سرنگوں میرا قلم، میرے اصول

کاوش بدری

کاوش بدری۔ مثنوی قبلہ نما۔ مجلسِ مصنفین مدراس۔ بار اول ۱۹۶۵ء۔ ص ۲۵۔۳۱

ظہورِ نورِ نبوت

جبینِ صُبح پہ روشن ہے نور کی تحریر
کہ جس سے ہوتی ہے وَالْفَجْر کی بیاں تفسیر
افق پہ رقص میں ہے آفتاب پر تنویر
چمک اٹھی ہے سحر بن کے حور کی تصویر
بکھر رہی ہے فضا میں تجلّیٔ صد طور
ہُوا جہاں کا ہر اک ذرّہ نور سے معمور

دیا نسیم نے پیغامِ صُبح گلشن کو
گُلوں نے بھر لیا نکہت سے اپنے دامن کو
طیور شاخ پہ ہیں چھوڑ کر نشیمن کو
چہک رہی ہیں خوشی میں اُٹھا کے گردن کو
کلی کلی سے تبسّم کی ہے وہ تابانی
فضائے صحنِ چمن بن گئی ہے نورانی

ظہورِ نورِ نبوّت کا آج ہے شہرہ
تجلّی وہ کہ ہے خورشید جس سے شرمندہ
عجب جہان میں چھایا ہے حسن کا جلوہ
ہر اک نہال سے پیدا ہے نور کا غنچہ
زبانِ قدس پہ صلِّ علیٰ کے ہیں نغمے
فضا میں گونج رہے ہیں سلام کے نعرے

احمد حسین جوش سہرامی

جوش سہرامی۔ دامنِ گلستاں (مرتبہ شاکرہ حسنین سہرامی) مطبوعہ پٹنہ لیتھو پریس۔ ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۰۱

وجودِ سرکار (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)

رُوئے زمیں سے گردِ نحوست فنا ہوئی
سینوں سے تیرگیٔ جہالت فنا ہوئی
قلبِ بشر سے آتشِ نفرت فنا ہوئی
دُنیا سے شیطنت کی حکومت فنا ہوئی

ایوانِ ظلم و جَور کی بنیاد ہل گئی
اِنسانیت کو کھوئی ہوئی شان مل گئی

پھیلی جہانِ کفر و ضلالت میں ابتری
چھلکی دیارِ روح میں ایماں کی تازگی
رخصت ہوئی قلوب سے باطل کی تیرگی
محرابِ جاں میں مشعلِ حق جگمگا اٹھی

سینے میں نورِ دانش و حکمت لیے ہوئے
جاگا بشر نگاہِ بصیرت لیے ہوئے

اے نورِ حق، حبیبِ خدا، فخرِ روزگار
دمساز بیکسوں کے، غریبوں کے غمگسار
مولائے کائنات، دو عالم کے تاجدار
تو آبرو زمین کی، تو عرش کا وقار

تھا زندگی کی صبحِ درخشاں ترا وجود
اور دردِ کائنات کا درماں ترا وجود

جعفر ملیح آبادی

جعفر ملیح آبادی۔ متاعِ فکر۔ ناشر مصنف، لکھنؤ۔ ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۸، ۲۳۹

دلیلِ ذاتِ کبریا

تخریب کا شکار تھے آثارِ زندگی
یہ بن کے آئے دہر میں معمارِ زندگی
انسان کو عطا کیا معیارِ زندگی
عالم پہ منکشف ہوئے اَسرارِ زندگی

خود آگہی کی بزم سجی اُن کے نام سے
فرزانگی کی بات بنی اُن کے نام سے

جن کی نظر ہے حسنِ حقیقت کا آئنہ
جن کا نفس ہے جلوۂ وحدت کا آئنہ
جن کا قدم ہے مرضیٔ قدرت کا آئنہ
جن کا عمل ہے جوہرِ عصمت کا آئنہ

تہذیب کا غرُور، تمدّن کا افتخار
تاریخ انقلاب کا اک بابِ زرنگار

نورُ الہدیٰ ہیں، رہبرِ کونین ہیں جنابؐ
قرآن کیا ہے، ان کے فضائل کی ہے کتاب
شمسُ الضحیٰ ہیں، طٰہٰ و یٰسٓ ہے خطاب
اُبھرا ہے اُن سے معرفتِ حق کا آفتاب

یہ نازشِ کلیمؑ ہیں، فخرِ خلیلؑ ہیں
ذاتِ خُدائے پاک کی روشن دلیل ہیں

واصف عابدی سہارنپوری

واصف عابدی۔ موجِ کوثر۔ ادارہ پیامِ اسلام، سہارنپور۔ ۱۹۸۴ء۔ ص ۲۱، ۲۳، ۲۴

وجہِ تخلیقِ کائنات

خبر نہیں ہمیں، سُورج کی وجہِ نُور ہے کیا
جہانِ حسن کا پس منظرِ ظہُور ہے کیا

مگر یہ جانتے ہیں، یہ ستاروں کا گلشن
یہ کہکشاؤں کا باغیچہ، ماہِ نو کا چمن

زُحل کے پُھول، یہ گلہائے زہرہ و ناہید
عطاردوں کا گلستاں، یہ مشعلِ اُمید

بناتِ نعش کا فانوسِ ہفت رنگ و حسیں
اُفُق کی قوسِ قُزح اور شفق کی سرخ جبیں

سحر کا حسن، اجالا، یہ دوپہر کا رنگ
سکوں نواز فضا رات کی، یہ دن کی امنگ

یہ مُستعار ہیں سب مہرِ نُورِ تاباں سے
وجود میں ہیں یہ کونین کے نگہباںؐ سے

محمد عرفانؔ

محمد عرفانؔ۔ دسترس۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ ۱۹۸۸ء۔ ص ۵۲، ۵۳

نعتیہ رباعیات

سچ ہے کہ بڑی چیز ہے نسبت کا حصُول
بن جاتی ہے بافضل وہ شے جو ہے فضول
اک پارۂ پوست کی یہ قسمت دیکھو
پہنچا سرِ عرش بن کے نعلینِ رسولؐ

مخلوق میں کوئی نہیں ہمتا تیرا
اڑتا ہے سرِ عرش پھریرا تیرا
رُتبہ ہے ترا وہم و گماں سے بھی پَرے
اللہ ہی جانتا ہے رُتبہ تیرا

مومن وہ ہے، رکھے جو پیمبرؐ سے نیاز
اور ناز سے دُنیا میں ہمیشہ رہے باز
لیکن نہیں ایمان میں صادِق ہرگز
مومن نہ کرے نعتِ پیمبرؐ پہ جو ناز

سید وحیدؔ اشرف

سید وحیدؔ اشرف۔ رباعی (حصہ دوم)۔ ناشر مصنف، مدراس۔ ۱۹۹۰ء۔ ص ۳۶، ۳۷

آمنہؓ کالال

وہ آمنہؓ کا لختِ جگر کیا ہے گیا ہُوا
صادِق ہوا، امین ہُوا، مصطفٰے ہُوا

جس نے کبھی چَرائیں حلیمہؓ کی بکریاں
اک کائناتِ حلم کا وُہ رہنما ہوا

بدر و حنین کے کبھی میداں میں خیمہ زن
اور ہے کبھی وہ غارِ حرا میں چھپا ہوا

ہے وہ پناہ گیر کبھی غارِ ثور میں
اور ہے کبھی وہ فاتحِ مکّہ بنا ہوا

زخمی اِدھر ہے جسمِ مقدّس مگر ادھر
دشمن کے واسطے ہے دعا میں لگا ہوا

تقسیم ہو رہے ہیں اِدھر ملک و تخت و تاج
پیوند بھی رِدا پہ اودھر ہے لگا ہوا

روشن ادھر جہان، ادھر وقتِ واپسیں
بے روغنی سے گھر کا دیا ہے بجھا ہوا

تو اس کا بَن جلالؔ، کہا حق نے جس سے یہ
جو تیرا ہو گیا، وہ یقیناً مِرا ہوا

محمد جلالؔ کڑپوی

محمد جلالؔ کڑپوی ایم اے۔ آمنہؓ کالالؐ۔ مکتبہ مظفری، وانمباڑی، مدراس۔ طبعِ اول مارچ ۱۹۶۰ء۔ ص ۱۲، ۱۳

آمدِ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

بارہ ربیعِ اولیٰ کو ہنگامِ صبح پیر
آیا جو وہ مجسّمۂ رحمتِ قدیر

"صَلّوا وَسَلِّموا" کا ہوا شورِ عرش گیر
آتش کدوں کی سرد ہوئی دفعتہً سعیر

کنگورے چار وہ گرے کسریٰ کے قصر کے
ہیبت سے بند لب ہوئے شاہینِ عصر کے

شیطاں کا تخت الٹ گیا، بُت سر کے بل گرے
کعبے کے سارے لات و منات و ہُبل گرے

عُزّیٰ، یعوق و نسر بیانگِ دُہل گرے
حیراں تھے بُت پرست، یہ کیوں بے محل گرے

بیٹھے بٹھائے کہتے تھے، کیا قہر آ گیا
سمجھے نہیں کہ بُت شکنِ دہر آ گیا

رُوئے زمیں پہ آیا جو وہ شاہِ خوش خطاب
کعبہ تھا بُتکدوں میں زمانے کے انتخاب

ساجد ہوا مقامِ براہیمؑ پر شتاب
جو ہے خصوصیت سے زبس برکت انتساب

کی عرض، شکر ہے ترا اے ربِّ ذوالکرم
لَوثِ بُتاں سے پاک ہوئے آج جا کے ہم

سید عنایت علی مسرورؔ انہونوی

مسرورؔ انہونوی۔ کارنامۂ اسلام۔ یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ۔ بار اول۔ ۱۹۳۴ء۔ ص ۹، ۱۰

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ پیکرِ انسانیت، وہ تاجدارِ انبیا
وہ جس کے دل پر فاش ہے رازِ مقامِ کبریا
وہ مظہرِ شانِ خدا، فخرِ عرب، نازِ عجم
تعبیرِ خوابِ زندگی، توقیرِ بنیادِ حرم
ہے مشعلِ راہِ یقیں جس کی حیاتِ معتبر
جانِ طریقت ہر نفَس، رُوحِ شریعت ہر نظر
بے مثل ہے جس کی وفا، بے عیب جس کی ذات ہے
وہ چارہ سازِ نیم جاں، جو قبلۂ حاجات ہے
ہر بات جس کی دلنشیں، ہر قول جس کا مستند
سر رشتۂ حُسنِ ازل، سرچشمۂ رازِ ابد
قائم بطرزِ نو کیا ذوقِ نظامِ زندگی
ہر ایک ذرّے کو دیا جذبِ پیامِ زندگی
اس کی ہدایت کا بیاں مرقوم ہے تشریح سے
ہر امر کی تفصیل ہے تحقیق سے، توضیح سے

مسعود اختر جمالؔ

مسعود اختر جمالؔ۔ پیغمبرِ اسلامؐ۔ شاہین پبلی کیشنز 'الہ آباد۔ ۱۹۷۸۔ ص ۴۷، ۴۸، ۴۹

مقامِ محمُود

صدا پردے سے آئی، اے تشنہ کام — خبردار، یہ ہے ادب کا مقام
پسِ پردہ مخفی ہے گنجِ صفا — نہ پہنچا یہاں کوئی میرے سوا
یہ منزل ہے مطلوبِ مطلوب کی — یہ ہے جلوہ گہ میرے محبوبؐ کی
یہیں ہر تجلّی کا فانوس ہے — اسی پردے میں میرا ناموس ہے
یہیں زندگانی کی تفسیر ہے — یہیں ہر دو عالم کی تقدیر ہے
اس آئینہ میں ہے وہ تصویرِ راز — مُصوّر نے جس میں بھرا رنگِ ناز
ہے اس لوح پر مثبت وہ شعرِ درد — جو دیوان کی ہر غزل میں ہے فرد
کھلا جس سے شاعر کا سب مُدّعا — ہوئی جس پہ ہر رنگ کی انتہا
میں حسنِ ازل، وہ مِرا ناز ہے — میں افسانہ، وہ میرا آغاز ہے
میں مطلوبِ کُل، وہ مِرا دلربا — میں مقصودِ کُل، وہ مرا مُدّعا
ہر اک دل کی زینت مرا پاک نام — مرے دل کی زینت وہ ماہِ تمام
بھلا نفس اور روح کی کیا مجال — یہاں عشق کی ہے رسائی محال

ظہورِ حقیقت کی محفل ہے یہ
خبردار! احمدؐ کی منزل ہے یہ

محمد صدیق حسن ضیاؔ

محمد صدیق حسن ضیاؔ۔ مثنوی مقامِ محمود۔ مطبوعہ راولپنڈی۔ ص ۱۸، ۱۹

سن لے یہ میری التجا، اے زائرِ ارضِ حرم — جس دم حدودِ پاک میں رکھنا مدینے کے قدم
پڑھ کر درودِ پاک تو اُس آستاں پر دم بدم — میری طرف سے عرض کر پیشِ رسولِ محترم
اے سرورِ ہر دوسرا، فخرِ کلیمؑ باصفا — شاہِ سلیمانؑ مرتبہ، یوسفؑ خدم، موسیٰ حشم
اے مہرِ کنعانِ عرب، ایجادِ عالم را سبب — اے ہاشمی اُمّی لقب، اے صاحبِ فضل و کرم
اے مہرِ گردونِ ہُدیٰ، شمعِ شبستانِ حرا — عالم کی ظلمت کو مٹا، چمکا کے نورِ محترم
تو دیکھ رنگِ بیکسی، اُمّت کی اپنی بے بسی — ہے دورِ گردوں کج روی، مٹ جائیں گے دنیا سے ہم
سُن اے مسیحائے زماں، دشمن ہے اپنا آسماں — ہے آس جینے کی کہاں، مایوس ہے بیمارِ غم
مولا ہمارے حال پر کچھ تو کرم کی ہو نظر — تیرے غلاموں کے یہ سر کب تک اٹھائیں بارِ غم
موزوں نہیں گو تاج کے، قابل نہیں ہم راج کے — لائق ہیں کب تاراج کے تیرے غلامانِ کرم
کشتی کا اپنی ناخدا کوئی نہیں تیرے سوا — بیڑے کو اُمت کے بچا، طوفاں میں ہے بحرِ الم
مانا، ہیں ہم سب سے بُرے پر ہیں غلاموں میں ترے — اب لاج تیرے ہاتھ ہے ہم سب کی مولائے کرم
ہو مہرِ وحدت رونما چھٹ جائے ظلمت کی گھٹا — عالم کی پھر بدلے ہوا، روشن ہو دینِ محتشم
عادات بد جائیں بدل، سر سبز ہو نخلِ عمل — ہر شاخِ گُل میں آئے پھل، ہو بارشِ ابرِ کرم
وہ عام ہو رحمت تری، کھل جائے ہر دل کی کلی — ہو گلشنِ اسلام میں پھر نکہتِ باغِ ارم

دیکھے جمالِ دلستاں صدقے کرے اعجازؔ جان
تن ہو جو خاکِ آستاں، آنکھیں رہیں فرشِ قدم

—— محمد اعجاز حسین علوی اعجازؔ کاکوردی

ماہنامہ "مولوی"، دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۹ھ۔ ص ۱۲۲

جب اس عالم کی مظلومی کا عہدِ اختتام آیا — یکایک آسماں سے مژدۂ انعامِ عام آیا
لیے ناموسِ اکبر بارگاہِ کبریائی سے — امینِ عرش و کرسی قاصدِ گردوں خرام آیا
مئے توحید تھی اور ساقیٔ کوثرؐ کے متوالے — ہوئی بزمِ جہاں سرشار جب گردش میں جام آیا

سیہ خانوں کی ظلمت ہو گئی کافور دنیا سے
شبِ تیرہ میں نور افشاں جو وہ ماہِ تمام آیا

فدا جنّ و بشر ہیں، عالمِ ملکوت قرباں ہے — شہود و غیب میں یکساں فروغِ حسنِ جاناں ہے
بپا ہے محفلِ اعجاز میں رقصِ مہِ کامل — شبِ اسریٰ میں فردوسِ بریں بزمِ چراغاں ہے
صنم خانہ میں نور اللہ سرگرمِ تجلّی ہے — میسّر اشقیا کو دولتِ ایمان و عرفاں ہے

پیامِ مرگِ غیر اللہ ہے ہر ضربِ الاّ اللہ
نہ مصر و شام ہیں باقی، نہ یونان ہے، نہ ایران ہے

درودِ بے عدد کونین کے آقا و مولاؐ پر — مطاعِ دو جہاں، دارین کے ماوا و ملجا پر
تعالی اللہ اوجِ مطلعِ انوارِ محبوبی — ستارہ بن کے چمکے مدتوں عرشِ معلیٰ پر
رہے گا یادگارِ خیر مقدم روزِ محشر تک — مہ و خورشید کا سر آپ کے نقشِ کفِ پا پر

تعلّی اس کو جائز ہے کہ ان کی سمِّ مرکب کا
نشاں اب تک نظر آتا ہے رُخسارِ ثریا پر

—— عبداللہ خورجوی

ماہنامہ "مولوی" دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۴۵ھ۔ ص ۷۱

علم وادب کے سارے وہ اسباب یک بیک
آمد سے تیری ہو گئے نایاب یک بیک
کانوں میں جب پڑے ترے آداب یک بیک
"وہ دفترِ فصاحت اعراب یک بیک
اک خواب، اک خیال تھا یا اک فسانہ تھا"

جب دیکھ لی تھی روئے پُر انوار کی جھلک
لازم تھا، کرتے قدموں پہ قربان سر تلک
پھر دل میں منکروں کے رہی کون سی کھٹک
"کس چیز نے حروف سے کھینچا سیوف تک
"فأتوا بسورة" ہی پہ کیا فیصلہ نہ تھا"

یکتائی پر خدا کی قسم اُن کی مر مٹے
سر تا قدم جو نور کے سانچے میں ہوں ڈھلے
سایہ کو بھی یہ حکم کہ ساتھ اُن کا چھوڑ دے
"ہمراہ اُن کے کوئی چلے بھی تو کیا چلے
جبریلؑ چل کے سدرہ ہی تک رہ گیا نہ تھا"

گر دیکھ لے وہ مصحفِ رُخ، منہ کی کھائے خلق
جو کچھ سُنی سنائی ہے، سب بھول جائے خلق
دیکھے نہ جب تو خوب سی شہرت اڑائے خلق
"یوسف کا لاکھ چہرۂ روشن بنائے خلق
کالشمس کالنہار نہ تھا، کالضحیٰ نہ تھا"

صدہا کی عمریوں تو گئی شاعری میں بیت
سیدھی روش چلا جو، اُس کی رہی ہے ہا جیت
مثلِ خلیلؔ تو بھی برتنے لگا یہ ریت
"اے درسؔ نعت اور یہ سیدھی سی بات چیت
ہاں طبعِ شعر تھی تجھے، فکرِ رسا نہ تھا"

نعت: مولوی عبدالکریم درسؔ
تضمین: حافظ محمد ابراہیم خلیلؔ لکھنوی

ماہنامہ "العزیز"، بٹالہ۔ مئی جون جولائی ۱۹۱۹ - ص ۳، ۴

مدّاح دل سے ہوں میں شہِ کائناتؐ کا
روزِ جزا یہی ہے وسیلہ نجات کا

ہے جانفزائی اُن کے تکلّم میں اِس قدر
ہر ایک لفظ چشمہ ہے آبِ حیات کا

اوصاف اُن کے صاف ہیں قرآں میں مُندرج
انساں سے کیا بیاں ہو نبیؐ کی صفات کا

موسیٰؑ کی روز دیدِ جمالِ جنابِ حق
ہم پایہ کب ہے قُربِ محمدؐ کی رات کا

جس روز جلوہ گر ہوئے احمدؐ جہان میں
ہے نام لیلۃ الشرف اُس دن کی رات کا

اس دن کو کہیے اشرفِ ایّامِ روزگار
جس دن ہوا ظہور شہِ کائناتؐ کا

آدمؑ سے تا بہ حضرتِ عیسیٰؑ سب انبیاء
دم دل سے بھرتے آئے ہیں احمدؐ کی ذات کا

محمد معین الدین نزہت مرادآبادی

ماہنامہ "السواد الاعظم" مرادآباد۔ رمضان شوال ۱۳۵۳ھ - ص ۳۳

یہ فیضِ عاصیوں پہ رسالت مآبؐ کا
ممنون ہے جہاں کرمِ بے حساب کا

گوشہ اُلٹ گیا تھا یہ کس کی نقاب کا
اب تک ہے زرد شرم سے منہ آفتاب کا

پردہ گناہگاروں کا محشر میں ڈھک گیا
سایہ پڑا جو اُن پہ رسالت مآب کا

چمکا کے آپ نے حق و باطل کا آئینہ
کھینچا دلوں پہ نقش عذاب و ثواب کا

شاید پڑا تھا پرتوِ حُسنِ رُخِ نبیؐ
چمکا ہوا فلک پہ ہے بخت آفتاب کا

محبوبِؐ حق بھی، سرورِ کونین بھی ہیں وہ
شہرہ ہے جن کی شانِ فضیلت مآب کا

ہیں عالمِ خیال میں جلوے جمال کے
نقشہ کھنچا ہوا ہے مرے دل پہ خواب کا

روشن کیا ہر اک پہ شریعت کا مسئلہ
دے کر سبق زمانے کو اُمّ الکتاب کا

رونق اُسے سمجھتے ہیں مومن جہاں میں ہم
جو دل سے معتقد ہے رسالت مآبؐ کا

منشی پیارے لال رونق دہلوی

ماہنامہ "پیشوا"، دہلی - تذکرہ جمیل - جون جولائی ۱۹۳۴ - ص ۱۳۴

ایڈیٹر نعت کی چند مطبوعات

ایڈیٹر "نعت" کی بیس سے زیادہ تصانیف/تالیفات شایع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں

۱- **حدیثِ شوق** دُوسرا مجموعہ جس میں ۷۸ نعتیں ہیں۔ آخر میں ایڈیٹر "نعت" کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دُوسرا ایڈیشن صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۲۴ روپے

۲- **نعتاں دی اَڈی** پنجابی مجموعۂ نعت جسے ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ کتاب میں ۶۳ نعتیں ہیں۔ "حدیثِ شوق" کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے "تو" یا "تم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی۔ صفحات ۱۴۴ قیمت ۳۰ روپے

۳- **قلزمِ رحمت** امیر مینائی کے مجموعۂ نعت "محامدِ خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب۔ شروع میں امیر مینائی اور اُن کی نعت کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۰ روپے۔

۴- **نعتِ حافظ** حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب شروع میں "حافظ اور کلامِ حافظ" کے عنوان سے ۳۵ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۷۵ روپے

۵- **میرے سرکار** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر "نعت" کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ صفحات ۱۴۴ قیمت ۱۸ روپے

۶- **احادیث اور معاشرہ** حُسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیس احادیثِ مُبارکہ کی تشریح۔ دُوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۱۸ روپے

۷- **ماں باپ کے حقوق** کتاب ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ۷۰ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۱ روپے

۸- **اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان** بانئ پاکستان، حکیم الامّت اور مملکتِ خُداداد پاکستان کے بارے میں نہایت اہم تحریر۔ دُوسرا ایڈیشن صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۹- **اقبالؒ و احمد رضاؒ مدحتِ گرانِ پیغمبر** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کی قدرِ مشترک عشقِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر۔ تیسرا ایڈیشن صفحات ۱۱۲ قیمت ۱۰ روپے

۱۰- **راج دُلارے** بچّوں کیلئے ایڈیٹر "نعت" کی نظمیں۔ دُوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۸ روپے

۱۱- **تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء** تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ پہلا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے۔ دُوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۸۵ روپے

۱۲- **منشورِ نعت** اردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۵۰ روپے

آپکو جن کتابوں کی ضرورت ہو اُن کی قیمت بھیج دیں کتابیں فوراً بھیج دی جائیں گی

ماہنامہ "نعت" لاہور
۱۹۸۸ء کے خاص نمبر

- جنوری ـــــ حمدِ باری تعالیٰ
- فروری ـــــ نعت کیا ہے
- مارچ ـــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اول)
- اپریل ـــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اول)
- مئی ـــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- جون ـــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
- جولائی ـــــ نعتِ قدسی
- اگست ـــــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ اول)
- ستمبر ـــــ رسول نمبروں کا تعارف صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اول)
- اکتوبر ـــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اول)
- نومبر ـــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- دسمبر ـــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور ۱۹۸۹ء کے خاص نمبر

جنوری	— لاکھوں سلام (حصہ اوّل)
فروری	— رسول نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
مارچ	— معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
اپریل	— معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
مئی	— لاکھوں سلام (حصہ دوم)
جون	— غیر مسلموں کی نعت (حصہ دوم)
جولائی	— کلامِ ضیاء (علامہ ضیاء القادری) حصہ اوّل
اگست	— کلامِ ضیاء (حصہ دوم)
ستمبر	— اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ سوم)
اکتوبر	— درود و سلام (حصہ اوّل)
نومبر	— درود و سلام (حصہ دوم)
دسمبر	— درود و سلام (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور ۱۹۹۰ء کے خاص نمبر

- جنوری — حسن رضا بریلوی کی نعت
- فروری — رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ سوم)
- مارچ — درود و سلام (حصہ چہارم)
- اپریل — درود و سلام (حصہ پنجم)
- مئی — درود و سلام (حصہ ششم)
- جون — غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم)
- جولائی — اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ چہارم)
- اگست — وارثیوں کی نعت
- ستمبر — آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ اوّل)
- اکتوبر — میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ چہارم)
- نومبر — درود و سلام (حصہ ہفتم)
- دسمبر — درود و سلام (حصہ ہشتم)

ماہنامہ نعت لاہور

۱۹۹۱ء کے خاص نمبر

جنوری	ــــ	شہیدانِ ناموس رسالت (اول)
فروری	ــــ	شہیدانِ ناموس رسالت (دوم)
مارچ	ــــ	شہیدانِ ناموس رسالت (سوم)
اپریل	ــــ	شہیدانِ ناموس رسالت (چہارم)
مئی	ــــ	شہیدانِ ناموس رسالت (پنجم)
جون	ــــ	غریبؔ سہارنپوری کی نعت
جولائی	ــــ	نعتیہ مسدّس
اگست	ــــ	فیضانِ رضاؔ
ستمبر	ــــ	عربی ادب میں ذکرِ میلاد
اکتوبر	ــــ	سراپائے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
نومبر	ــــ	اقبالؔ کی نعت
دسمبر	ــــ	حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ نعت لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت کہنے کے لیے ایسا حضورِ شوق میں

دردِ حساسِ فطرت سوزِ عشقِ حامی چاہیے

حامد صدیقی

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

کتبہ، جمیل قریشی تنویر رقم، لاہور